ماھنامہ صراطِ مستقیم برمنگھم

August 2026





وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

صراطِ مستقیم برمنگھم

بیاد

مولانا فضل کریم عاصم ؒ

مولانا محمود احمد میرپوری ؒ

Vol: 46 No. 10 August 2026

Safar/ Rabi ul Awal1448 AH

جلد:46 شمارہ:10 اگست2026ء

صفر/ربیع الاول:1448ھ

فہرست مضامین

Correspondence Address:

SIRATE-MUSTAQEEM

20 Green Lane, Small Heath,

Birmingham B9 5DB

Tel: 0121 773 0019

Fax: 0121 766 8779

ناشر: مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ

Markazi Jamiat Ahl-e-Hadith UK

www.mjah.org.uk/siratemustaqeem

E-mail: info@mjah.org.uk

فکر و نظر

حرفِ بصیرت

ہمارے استاذ ہمارے مربی: شیخ التفسیر مولانا حافظ سید عبد الکبیر رحمہ اللہ

مولانا عبد الهادي العمري

مادر علمی جامعہ دار السلام عمر آباد، جنوبی ہند کی دوسری جماعت کا میں طالب علم تھا کہ اس سال ہماری ایک درسی کتاب شیخ التفسیر مولانا حافظ عبد الکبیر رحمہ اللہ کے ہاں مقرر تھی۔ اس زمانے میں مروجہ نظام کے مطابق ابتدائی درجات عموماً جونیئر اساتذہ کو دیئے جاتے تھے اور اونچے درجات سینئر اساتذہ کو، لیکن اس سے اساتذہ اور طلبہ کے درمیان خلیج سی حائل رہتی اور بڑے اساتذہ سے چھوٹی جماعتوں کے طلبہ استفادہ نہیں کر پاتے تھے۔ اس لیے جامعہ نے طے کیا تھا کہ سینئرز کو بھی ایک آدھ سبق جونیئرز کا دیا جائے۔ یوں ہمارا ایک سبق مولانا کے پاس آیا۔ ہم کم عمر تھے اور مولانا کا شمار سینئر اساتذہ میں ہوتا تھا۔ اس وقت مولانا اپنی کلاس جامعہ کی عمارت کی بجائے مسجد عمر آباد میں لیا کرتے تھے۔ اس لیے یہ کلاس اور بھی پُر وقار بن گئی تھی۔ جب ہم نئے سال کے آغاز میں پہلے دن مولانا کے درس میں حاضری کے لیے مسجد پہنچے تو طلبہ اپنی مرضی سے ادھر ادھر بیٹھنے لگے لیکن مولانا نے اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا کہ "یہ مسجد ہے، یہاں بیٹھنے کے کچھ آداب ہیں، اس کا آپ سبھوں کو خیال رکھنا ہوگا۔"

پھر ہم سے سال گزشتہ کے نتائج دریافت کیے کہ کس کے کیا نمبرات تھے۔ اتفاق سے میرے نمبر زیادہ تھے، تو فرمایا کہ تم پہلے بیٹھ جاؤ۔ نتائج کے حساب سے تمام طلبہ کو بٹھا دیا گیا اور تاکید کی کہ آئندہ اسی ترتیب سے آپ بیٹھیں گے۔ میرے لیے یہ پریشانی کی بات تھی کہ بڑے استاذ نئی کلاس اور ترتیب میں پہلے بٹھا دیا گیا۔ آگے پتہ نہیں مجھ سے کیا کہیں گے۔ شاید میرے لیے یہ اعزاز تھا، مگر اس وقت یہ وجہ مرعوبیت بن گیا۔ چنانچہ استاذ محترم نے پہلا سوال جو عربی گرامر کے متعلق تھا مجھ سے ہی کیا: جواب دینے کی بجائے میں تو ان کا چہرہ ہی دیکھتا رہ گیا کہ پتہ نہیں آگے کیا ہوگا، لیکن جواب نہ دینے کے باوجود وہ مسکرا ہی رہے تھے۔ اتنے میں ساتھیوں نے یاوری کی اور میری مشکل ٹلی۔ اب سوالات دوسرے طلبہ سے کیے جا رہے تھے۔ بتدریج میرے حواس ٹھیک ہوتے گئے کہ یہ استاذ صاحب نہ مار رہے ہیں نہ ہی ڈانٹ رہے ہیں۔ اس گھنٹی میں مختلف لڑکوں نے سوالات کے عجیب و غریب، دل چسپ اور یادگار جوابات دیئے۔ دراصل استاذ محترم ہماری صلاحیتوں کا امتحان لے رہے تھے، تاکہ آگے کا منصوبہ بنا سکیں۔ یہ استاذ محترم مولانا سید عبد الکبیر رحمہ اللہ کی پہلی گھنٹی تھی، جو ہم جیسے سینکڑوں طلبہ کی پون صدی تک اپنے خون جگر سے علمی پیاس بجھاتے رہے۔

منکسر المزاج، شہرت طلبی سے دور، طبیعت میں سادگی کچھ ایسی کہ تعارف نہ کرایا جائے تو اجنبی مجلس میں لوگ موصوف کے ساتھ اجنبیت ہی کا سلوک کریں۔ خصوصی موقعوں پر بھی اسٹیج اور اگلی نشستوں پر بیٹھنے سے عموماً کتراتے۔ شاید یہ حدیث پیش نظر ہوتی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إن الله يحب العبد التقي الغني الخفي» (صحیح مسلم:2965)

ہم نے مختلف مضامین ان سے پڑھے لیکن تین ایسے مضامین تھے جو جامعہ میں استاذ محترم کے ساتھ ہی مختص تھے۔ علم الفرائض، اصول تفسیر اور بیضاوی اگر مقررہ نصاب کی تدریس میں کچھ اسباق باقی رہ جائیں تو عموماً مغرب یا عشا کے بعد اضافی وقت میں اس کی تکمیل کی جاتی ۔ خصوصاً علم الفرائض میں اس کی ضرورت پیش آتی، کیوں کہ وراثت کی تقسیم کے لیے عملی مشق و تمرین کی بھی ضرورت پڑتی ہے، جو کہ مقررہ وقت میں کلاس کے اندر ہو نہیں پاتی۔ احساس ذمہ داری اور جذبہ تدریس سے سرشار شخصیتیں ہی یہ کام کر سکتی ہیں کہ دن بھر کی اعصاب شکن مصروفیات کے بعد اپنی راحت کے اوقات بھی تشنگان علوم کو سیراب کرنے میں لگا دیں، ورنہ عرب اور یورپی ممالک کے خوش حال اساتذہ کے لیے عمل اضافی مکافات اضافیہ کے ساتھ مشروط ہوتا ہے، جب کہ ہمارے دیس کی دینی درس گاہوں میں اضافی مشاہرہ کی بات بھی معیوب متصور ہوتی ہے کہ سب کچھ اگر یہیں لیں گے تو یوم الاجر کیا پائیں گے۔ ان بزرگوں کا توکل بھی کچھ عجیب نوعیت کا تھا کہ کچھ نہ ہونے کے باوجود الحمد للہ اور شکر یا اللہ کے کلمات بارہا سننے کو ملتے اور یہاں بہت کچھ ہونے کے باوجود ہائے اور وائے قسمت کے شکوے حتی کہ کسی نے ایک ترقی یافتہ خوش حال ملک ریاست ہائے امریکہ کے متعلق کہا کہ اسے ریاست ہائے کی بجائے "ریاست ہائے ہائے" پڑھیے کہ وہاں ہر آدمی ہائے ہائے کی رٹ لگائے رہتا ہے۔

مشرقی ممالک کے مقابلہ میں مغربی دنیا کی ترقی خوشحالی اور چمک دمک واضح ہے لیکن عمومی اعتبار سے یہ دین بیزار معاشرہ ہے، مادی ترقی ہی سب کچھ سمجھ لی گئی۔ اس چمک کو حاصل کرنا ہی زندگی کا اصل

مقصود بن گیا، اس کو پانے کے امکانات اور ذرائع بظاہر آسان اور پر کشش بنا دیئے گئے، لیکن اس کے پیچھے جن تلخ حقیقتوں کا سامنا کرتا ہوتا ہے اور بعد میں جن بھیانک نتائج کو بھگتنا ہوتا ہے، اس کی تصویر کربناک ہے کہ گھر کے قریبی افراد ایک دوسرے سے لاتعلق حتی کہ خاندان کے کے معدودے چند لوگوں کے سوا اکثر سے ناواقف آدمی خوشحال زندگی کی سہولتوں کو پانے کے لیے مختلف سودی اداروں سے بھی مدد لیتا ہے اور جب چند روز کے بعد ادائیگی کے بلز اور تقاضے پیچھا کرتے ہیں تو یہی چمک دمک اس کے ذہنی سکون کو برباد کر کے اس شخص کو ہاسپٹل اور دواؤں کا محتاج بنا دیتی ہیں اور بعض تو ان بلز کے ناقابل برداشت بوجھ سے خود کو نکالنے کے لیے خود کشی کرنے سے تک دریغ نہیں کرتے

طالب علمی کا آخری سال ہر طالب علم کے لیے بڑااہم اور یادگار ہوتا ہے اور ہمارے لیے یہ سال 1977ء زیادہ یادگار اس لیے ثابت ہوا کہ یہ جامعہ کا جشن طلائی کا سال تھا۔ تعلیم و تدریس کے اس سفر میں جامعہ نے پچاس سال پورے کر لیے تھے۔ اس مناسبت سے ایک ایسے جلسہ کا اہتمام کیا گیا جس کی نظیر یا مثال قرب وجوار میں ابھی تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ علم وادب اور فکر و نظر کی ایسی قد آور شخصیتیں عرب و عجم سے عمر آباد جیسے مختصر قریہ میں جمع ہوئیں، گویا کہکشاں اس بستی میں اتر آئی ہو۔ علاقہ بھر کے کیا ہندو کیا مسلمان، ہر ایک ان یادگار لمحات کو اپنے دل و دماغ میں محفوظ کرنے کے لیے چشم براہ تھا۔ مقامی اخبارات اور ریڈیو پوری فیاضی سے اس کی رپورٹنگ کر رہے تھے۔ ہر ایک کا جوش و جذبہ دیدنی تھا۔

ایسے موقعوں پر عموماً سینئر طلبہ پیش پیش ہوتے ہیں۔ چوں کہ ہم آخری سال میں تھے، اس لیے ہمیں یہ اعزاز حاصل ہوا کہ انتظامات میں بھرپور حصہ لیں۔ اس وقت استاذ محترم پر جامعہ کی نظامت کی بھی ذمہ داری تھی۔ یوں موصوف کی براہ راست نگرانی میں غیر درسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع میسر آیا۔ یہ وہ دن تھے جب تمام اساتذہ کرام اور منتظمین جامعہ ان تاریخی لمحات کو بامقصد بنانے میں جٹے ہوئے تھے۔ معتمد جامعہ محترم کاکا محمد عمر رحمہ اللہ اور شریک معتمد مولانا کاکا سعید احمد عمری حفظہ اللہ براہ راست تمام کاموں کی نگرانی کچھ اس انداز سے کر رہے تھے کہ ان کی پھرتی اور لگن بہت ساروں کے لیے مہمیز کا کام کر رہی تھی۔ نصف رات بیت گئی لیکن آفس میں کام جاری ہے۔ صبح فجر کے بعد دیکھیے کام ہو رہا ہے۔ ہر چھوٹے بڑے کام کی نگرانی اس طرح فرمارہے تھے کہ کہیں کسی جگہ کوئی نقص نہ رہ جائے۔ بہت کم درس گاہوں کو ایسے ذمہ داران اور منتظمین میسر آئے ہوں گے، جن کے شب و روز کا بیشتر حصہ جامعہ کی سربلندی کی نذر ہو۔ جزاھم اللہ خیراً استاذ موصوف علیہ الرحمہ کی ایک خاص اور خاموش صفت جس کا راقم نے کئی بار مشاہدہ کیا وہ صلاۃ الحاجہ کا اہتمام تھا۔ اہم موقعوں پر وہ نماز کا اہتمام فرماتے۔ ویسے تو وہ باوضو اکثر رہا کرتے۔ آں محترم کی کلاس مسجد میں ہوا کرتی، اس لیے بھی اور حکم ربانی پر عمل کا جذبہ بھی یقیناً رہا ہو گا۔ واستعینوا بالصبر والصلاۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ اور فرمایا کرتے کہ تعلیم میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہیے، لیکن صرف اپنی کوششوں ہی پر بھروسہ نہ کیجیے۔ قرآن مجید کے وہ نہایت پختہ حافظ تھے۔ اس پختگی کا ایک سبب آں محترم کی تلاوت کا معمول تھا۔ روزانہ پابندی سے وہ اپنی منزل ضرور سنایا کرتے، ورنہ عموماً حفاظ کرام صرف رمضان میں اس کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن استاذ محترم کا سال بھر یہ معمول تھا۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی کہ روزانہ فجر بعد ان کی منزل سنوں۔ ایک سال بقر عید کی چھٹیوں میں ہم جامعہ ہی میں تھے۔ ویسے بھی اس وقت دور کے طلبہ صرف سالانہ چھٹی میں اپنے گھر جایا کرتے تھے۔ عید کی چھٹیاں جامعہ ہی میں گزرتیں۔ عید کے دن میرا خیال تھا کہ آج قرآن نہیں سنائیں گے۔ میں احتیاطاً کمرہ کے سامنے پہنچا اور ادھر سے استاذ محترم تشریف لے آئے۔ معمول کے مطابق قرآن سنایا۔ پھر عید کی تیاری کی ہدایت دیتے ہوئے وہ اپنے گھر روانہ ہو گئے۔ تلاوت کا یہ التزام ہم سب کے لیے دعوت عمل رکھتا ہے۔

بہار ہو کہ خزاں مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

موصوف علیہ الرحمہ کا پسندیدہ موضوع قرآن مجید تھا۔ دوران تدریس تفسیر میں عموماً الفاظ کی گہرائی اور نحوی قواعد پر زیادہ زور دیتے۔ شاید اس لیے کہ یہ قرآن فہمی کی پہلی کڑی ہے اور حاملین علوم نبوت کی معلومات ٹھوس بنیادوں پر استوار ہو سکے، نہ کہ صرف ثقافتی باتوں پر۔

تفسیر بیضاوی کی عبارت درست پڑھنے کی ترغیب اس طرح فرماتے کہ روزانہ ایک طالب علم کے ذمے ہوتا کہ عبارت بآواز بلند پڑھے اور ساتھ ساتھ وہ اس کی تشریح فرمایا کرتے۔ درس میں مکمل عبارت کوئی اگر بغیر کسی غلطی کے پڑھے تو اس کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک انعام مقرر تھا۔ وہ یہ کہ

خود اپنے ساتھ اسے چائے پلاتے۔ یہ بڑا اعزاز تھا۔ چائے سے زیادہ صاحب چائے کے ساتھ بیٹھنے کا شرف، اس لیے بجا طور پر وہ شاگرد اپنے دوستوں کی محفل میں فخریہ کہا کرتا کہ میں نے مولانا سے چائے پی ہے۔ اس کے لیے طالب علم کو خصوصی محنت کرنی پڑتی کہ عبارت کی خواندگی میں کہیں جھول نہ رہے۔ یہ ہمارے ان بزرگ اساتذہ کرام کی محبت اور اخلاص

کی مثال ہے کہ اپنا وقت اور اپنا پیسہ صرف کرتے، تا کہ اپنے شاگردوں کو علم دین کا حقیقی وارث بنا سکیں۔ یہ ایسی نیکیاں ہیں جن کے ثواب جاریہ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے:

«إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ، إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ»

خود درس نظامی کی تکمیل کے بعد 72 سال ایک ہی درس گاہ میں بڑی نیک نامی کے ساتھ گزار دیے۔ اس دوران نہ جانے کتنے طلبہ کے قلوب و اذہان کو منور کیے اور کتنے خاندانوں کو روشن! اللّٰهُمَّ اجعل في ميزان حسناته

اس طویل دورانیہ میں یقیناً انسان کی زندگی میں مختلف موڑ آتے ہیں۔ گرمی، سردی، تلخ و شیریں، نشیب و فراز۔ ہر قسم کے حالات اور تجربات سے زندگی عبارت ہے۔ جذبہ صادقہ کے بغیر زندگی کے تیز و تند ہواؤں کے جھونکے انسان کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ آج کے اس مادی دور کے مہیب اندھیروں میں ایسے رجال کار چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

ہمارا آخری سال مکمل ہوا۔ ہم اپنی اسناد اور ضروری کاغذات کے حصول میں متحرک تھے۔ استاذ محترم بطور ناظم آفس میں تشریف فرماتے تھے اور محترم ماسٹر خلیل صاحب کو ہدایات دے رہے تھے۔ انگریزی دستاویزات کی تیاری کا کام ان ہی کے سپرد تھا۔ اس سال سند فضیلت حاصل کرنے والوں میں سے چھ طلبہ کا داخلہ شہرہ آفاق دانش گاہ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں متوقع تھا اور چھ طلبہ ہم سے پہلے کے فارغین جامعہ تھے۔ کل ہم بارہ ساتھی تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ایک ہی جماعت کے اتنے طلبہ کو داخلہ مل رہا تھا اور وہ بھی فراغت ہی کے سال، ورنہ وہاں داخلے کے لیے کئی سال انتظار کرنا پڑتا تھا۔ ہم جب اپنے کاغذات لینے پہنچے تو کچھ اور فارغین بھی ساتھ تھے، جو اپنی اسناد حاصل کرنا چاہتے تھے مگر ان کی مرضی کے کاغذات کے حصول میں کچھ دشواریاں تھیں۔ مولانا چاہتے تھے کہ وہ علیحدہ آئیں، تا کہ ان کے مسائل الگ سے حل کیے جائیں، لیکن ان طلبہ کو اندازہ تھا کہ الگ سے آنے میں ان کے لیے کچھ خسارہ ہے۔ استاذ محترم دونوں گروہوں کی اداؤں کو اپنی اسی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ماسٹر صاحب مولانا کے حکم کے منتظر تھے کہ کس کی اخلاقی سند پر کیا لکھوں۔ موصوف کے ساتھ میری طالب علمی کے زمانہ کی یہ آخری نشست تھی۔ جس مسکراہٹ کے ساتھ پہلی نشست کا آغاز ہوا تھا، چھ سال بعد اسی تبسم کے ساتھ آخری نشست اختتام پذیر ہوئی۔ مجھے میرے کاغذات مل گئے اور استاذ محترم نے مدینہ منورہ کے متوقع امیدواروں کو بروقت پاسپورٹ بنانے کی ہدایت دیتے ہوئے ہمیں جامعہ سے رخصت کیا۔ اس وقت وہاں پاسپورٹ بنانا بھی ایک مہم سر کرنے کے برابر تھا۔

حکومتی پابندیاں اور رکاوٹیں کچھ زیادہ ہی تھیں، الحمدللہ پاسپورٹ اور ویزہ وغیرہ کے مراحل بحسن وخوبی مکمل ہوئے اور ہم بڑی تمناؤں اور آرزوؤں کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچے۔ ہم نے مختلف شعبوں میں داخلہ لیا۔

کلیۃ القرآن الکریم کے طلبہ کو نصاب کے متعلق ابتدائی دنوں میں کچھ مشکلات کا سامنا تھا۔ استاذ محترم نے ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے جو خط لکھا، وہ بروقت اور نہایت ہی اہمیت کا حامل تھا کہ قرآن فہمی اور تفسیری مہارت میں فنِ قراءت کی کتنی اہمیت ہے، وغیرہ۔

اس خط کی وجہ سے بعض ساتھیوں کے ڈگمگاتے قدم جم گئے۔ غرض اپنے عزیز شاگردوں کی فکر اور ان کی رہ نمائی جامعہ سے فراغت کے بعد بھی مولانا فرماتے رہے۔

اللّٰهُمَّ اغفر له وارحمه وتقبل حسناته و تجاوز عن سيئاته

☆☆☆

شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا ایک عربی شعر

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مرحوم نے کہا کہ میں نے طالب علمی کے زمانہ میں ایک فارسی شعر کا منظوم عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ فارسی شعر یہ ہے:

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند

”وہ شخص جو نہیں جانتا ہے (لیکن بزعم خود) یہ جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے، ایسا شخص ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہالت ہی میں رہے گا۔“

شیخ الحدیث کا عربی میں منظوم ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

"الذي لا يعلم وهو يعلم أنه يعلم يكون في الجهل المركب أبدا أبدا

اللّٰهُمَّ اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه

☆☆☆ حفظہ اللہ

برمنگھم میں

محترمہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کا خطاب عام

الہدیٰ انٹرنیشنل کی عالمی شہرت یافتہ داعیہ اور مبلغہ استاذہ ڈاکٹر فرحت ہاشمی صاحبہ کا جامع مسجد گرین لین برمنگھم میں خواتین کے لیے خطاب عام تھا۔ جس میں بہت سی خواتین نے ان کے خطاب سے استفادہ کیا۔ منتظمین نے استاذہ محترمہ کا شکریہ ادا کیا اور ان کی صحت وعافیت کے لیے دعا کی۔ واضح رہے کہ برمنگھم میں دیگر مساجد میں ان کے خطابات بھی ہوئے۔

☆☆☆



جہنم میں اہل جہنم کی حالت زار

قاری احمد صدیق

جہنم کا ذکر دلوں کو ہلا دیتا ہے، آنکھوں کو اشکبار کر دیتا ہے اور غفلت میں ڈوبے انسان کو اپنے انجام کی فکر دلاتا ہے۔ یہ اس مقام کا تذکرہ ہے جہاں پہنچ کر حسرتیں باقی رہ جائیں گی، مگر واپسی کا کوئی راستہ نہ ہوگا؛ فریادیں بلند ہوں گی، مگر کوئی سننے والا نہ ہوگا؛ موت مانگی جائے گی، مگر موت بھی نصیب نہ ہوگی۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَأَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّى﴾

"پس میں نے تمہیں بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا دیا ہے۔"(سورۃ اللیل:14)

اے اللہ کے بندو! دنیا کی آگ سے انسان چند لمحوں میں بے قرار ہو جاتا ہے، لیکن اس آگ کا کیا حال ہوگا جس کی شدت کو بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں؟ قرآن و سنت نے اہلِ جہنم کی جو حالت بیان کی ہے، وہ انسان کو جھنجھوڑنے اور توبہ کی طرف پلٹانے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ﴾

"وہ پکاریں گے: اے مالک! تمہارا رب ہمارا کام تمام کر دے۔ وہ کہے گا: تمہیں ہمیشہ اسی میں رہنا ہے۔" (سورۃ الزخرف:77)

یہ وہ مقام ہوگا جہاں انسان اپنی کوتاہیوں پر پچھتائے گا، مگر پچھتاوا فائدہ نہ دے گا۔ لہٰذا عقل مند وہ ہے جو موت سے پہلے تیاری کر لے اور حساب سے پہلے اپنا حساب کر لے۔

آج ہم قرآن و سنت کی روشنی میں دیکھیں گے کہ جہنم میں اہلِ جہنم کی حالت کیا ہوگی، ان کی ذلت، حسرت، فریاد اور دردناک انجام کیسا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرمائے اور جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین۔

جہنم میں مجرموں کی ذلت ورسوائی

سلف صالحین فرمایا کرتے تھے:

"مَنْ خَافَ الْوَعِيدَ قَصُرَتْ عَلَيْهِ الشَّهَوَاتُ."

"جو شخص اللہ کی وعید سے ڈرتا ہے، اس کے لیے خواہشات خود بخود محدود ہو جاتی ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو صرف عذاب کی جگہ نہیں بنایا بلکہ اسے کفار، مشرکین، منافقین اور سرکش مجرموں کی ذلت و رسوائی کا مقام بھی بنایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ 0 إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ 0 فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ﴾

"جن لوگوں نے اس کتاب اور اس چیز کو جھٹلایا جس کے ساتھ ہم نے اپنے رسول بھیجے، وہ عنقریب جان لیں گے، جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی، انہیں کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔" (سورۃ غافر:70-72)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"هذا غاية الإهانة والإذلال لأهل الكفر يوم القيامة."

"یہ قیامت کے دن اہلِ کفر کے لیے انتہائی ذلت اور رسوائی کی کیفیت ہوگی۔"(تفسیر ابن کثیر، سورۃ غافر)

اسی طرح فرمایا:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ 0 يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾

"بے شک مجرم گمراہی اور آگ میں ہوں گے۔ جس دن انہیں منہ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا (اور کہا جائے گا:) چکھو دوزخ کا مزہ۔"(سورۃ القمر:47-48)

ذرا تصور کیجیے! دنیا میں انسان اپنے چہرے کی معمولی سی بے عزتی بھی برداشت نہیں کرتا، لیکن قیامت کے دن مجرموں کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ نہ عزت باقی رہے گی، نہ طاقت، نہ کوئی مددگار۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قِيلَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ؟ قَالَ: أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کافر کو قیامت کے دن منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس ذات نے اسے دنیا میں پاؤں پر چلایا، کیا وہ اسے قیامت کے دن منہ کے بل چلانے پر قادر نہیں؟" (صحیح بخاری: 4760؛ صحیح مسلم: 2806)

یہ ذلت صرف جسمانی نہیں ہوگی بلکہ روحانی بھی ہوگی۔ دنیا میں جن لوگوں نے اللہ کے احکام کو ٹھکرایا، رسولوں کی مخالفت کی، تکبر کیا اور گناہوں پر اصرار کیا، وہ اس دن سب کے سامنے رسوا ہوں

گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ﴾

”جس دن سخت ہولناک معاملہ پیش آئے گا اور انہیں سجدہ کرنے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی اور ذلت انہیں گھیرے ہوئے ہوگی۔“(سورۃ القلم:42-43)

معزز مسلمانو!

یہ آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ جہنم کا عذاب صرف آگ کا نام نہیں، بلکہ وہاں ذلت، رسوائی، بے بسی، حسرت، ندامت اور دائمی محرومی بھی ہے۔ اسی لیے اہلِ ایمان ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے:

﴿رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾

”اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک اس کا عذاب چمٹ جانے والا ہے، یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانا اور رہنے کی جگہ ہے۔“ (سورۃ الفرقان:65-66)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی نافرمانی، تکبر اور گناہوں سے محفوظ رکھے، اور قیامت کے دن کی ذلت سے بچاتے ہوئے جنت الفردوس کا وارث بنائے۔ آمین۔

جہنمیوں کے چہرے آگ سے جھلس جانا اور سیاہ ہو جانا

انسان کی عزت و شناخت کا سب سے نمایاں حصہ اس کا چہرہ ہے۔ دنیا میں معمولی سی خراش بھی انسان کو بے چین کر دیتی ہے، لیکن جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کو اپنا شعار بنایا، قیامت کے دن ان کے چہرے ذلت، رسوائی اور آگ کے عذاب کا سب سے بڑا نشانہ ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ﴾

”آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں بدصورت، ہونٹ سکڑے ہوئے اور دانت نمایاں کیے ہوئے ہوں گے۔“(سورۃ المؤمنون:104)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أي: تلفح النار وجوههم فتشويها، فتتقلص الشفاه عن الأسنان، ويصيرون في أقبح منظر.

”یعنی آگ ان کے چہروں کو بری طرح جلا دے گی، ہونٹ سکڑ جائیں گے، دانت باہر نکل آئیں گے، اور وہ انتہائی بدصورت حالت میں ہوں گے۔“

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ المؤمنون، آیت 104)

امام ابو جعفر طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"الكالح: الذي قد تقلصت شفتاه من شدة لفح النار حتى بدت أسنانه."

”کالح اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ہونٹ آگ کی شدت سے سکڑ جائیں اور دانت نمایاں ہو جائیں۔“

(!جامع البیان، تفسیر سورۃ المؤمنون، آیت 104)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وهذه غاية في التشويه والإهانة."

”یہ انتہائی بدصورتی اور انتہا درجے کی ذلت و رسوائی کی کیفیت ہے۔“(الجامع لأحكام القرآن، تفسیر سورۃ المؤمنون، آیت 104)

چہروں کا سیاہ ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾

”جس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ۔ جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، ان سے کہا جائے گا: کیا تم ایمان لانے کے بعد کفر کر بیٹھے تھے؟ پس اپنے کفر کے سبب عذاب کا مزہ چکھو۔“

(سورۃ آل عمران:106)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: تسود وجوه أهل الكفر والبدع والنفاق، وتبيض وجوه أهل الإيمان والطاعة."

”یعنی کفر، نفاق اور گمراہی والوں کے چہرے سیاہ ہوں گے، جبکہ ایمان اور اطاعت والوں کے چہرے روشن ہوں گے۔“(تفسیر ابن کثیر، سورۃ آل عمران:106)

آگ چہروں کو ڈھانپ لے گی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ﴾

”ان کے لباس تارکول کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں کو ڈھانپ لے گی۔“(سورۃ ابراہیم:50)

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"خصَّ الوجوه؛ لأنها أشرف الأعضاء وأشدها إحساسًا بالألم."

”اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر چہروں کا ذکر فرمایا، کیونکہ یہی جسم کا سب سے معزز اور تکلیف کو سب سے زیادہ محسوس کرنے والا حصہ ہے۔“(معالم التنزیل، تفسیر سورۃ ابراہیم:50)

جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹا جانا، طوق، بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑ دیا جانا

اہلِ جہنم کے لیے صرف آگ کا عذاب ہی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ایسی ذلت و رسوائی بھی ہے جسے سن کر ایمان والا کانپ اٹھتا ہے۔ دنیا میں مجرموں کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنائی جاتی ہیں، لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے باغی اور نافرمان ایسے طوق،

زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑے جائیں گے جن کی حقیقت اور شدت کا تصور بھی دنیا میں ممکن نہیں۔

گردنوں میں طوق اور زنجیریں

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ 0 فِي الْحَمِيمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ﴾

"جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور زنجیریں ہوں گی، ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا۔" (سورۃ غافر: 71-72)

الأغلال: گردن میں ڈالے جانے والے لوہے کے طوق۔

السلاسل: لمبی زنجیریں جن سے باندھ کر کھینچا جاتا ہے۔امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تُشدُّ أيديهم إلى أعناقهم بالأغلال، ثم يُسحبون بالسلاسل سحبًا."

"ان کے ہاتھ طوقوں کے ذریعے ان کی گردنوں سے باندھ دیے جائیں گے، پھر انہیں زنجیروں سے گھسیٹا جائے گا۔"

(جامع البیان، تفسیر سورۃ غافر (71-72)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وهذا منتهى الإهانة والذل."

"یہ ذلت اور رسوائی کی آخری حد ہے۔"

منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں لے جایا جائے گا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ 0 يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ﴾

"بے شک مجرم گمراہی اور آگ میں ہوں گے، جس دن انہیں آگ میں ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا (اور کہا جائے گا:) دوزخ کا مزہ چکھو۔" (سورۃ القمر:47-48)

اسی طرح فرمایا:

﴿الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا﴾

"جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے، یہی لوگ بدترین ٹھکانے والے اور سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔" (سورۃ الفرقان:34)

اس کیفیت کی وضاحت نبی کریم ﷺ نے فرمائی

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا نَبِيَّ اللَّهِ، كَيْفَ يُحْشَرُ الْكَافِرُ عَلَى وَجْهِهِ؟ قَالَ: «أَلَيْسَ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ فِي الدُّنْيَا، قَادِرًا عَلَى أَنْ يُمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ؟»

"ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن منہ کے بل کیسے چلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس ذات نے اسے دنیا میں پاؤں پر چلایا، کیا وہ اسے قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلانے پر قادر نہیں؟" (صحیح بخاری:4760)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وفيه إثبات كمال قدرة الله تعالى، وأن هذا الحشر يكون حقيقة."

"اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی کامل قدرت کا اثبات ہے اور یہ کہ منہ کے بل اٹھایا جانا حقیقت پر محمول ہے۔" (شرح صحیح مسلم:17/200)

ستر ہاتھ لمبی زنجیر

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ﴾

"پھر اسے ستر ہاتھ لمبی زنجیر میں جکڑ دو۔" (سورۃ الحاقۃ:32)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: يُنظَم فيها كما يُنظَم الجراد في الخيط."

"یعنی اسے اس زنجیر میں اس طرح پرو دیا جائے گا جیسے دھاگے میں ٹڈیاں پروئی جاتی ہیں۔"

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحاقۃ:32)

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولا يعلم حقيقة عظم هذه السلسلة إلا الله سبحانه."

"اس زنجیر کی اصل ہیئت اور عظمت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔" (الجامع لأحکام القرآن:18/ 278)

جہنمیوں کی چیخ وپکار، آہ وبکا، حسرت اور موت کی آرزو

جب اہلِ جہنم کو آگ میں ڈال دیا جائے گا، طوق اور زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا، اور ہر طرف سے آگ انہیں گھیر لے گی، تو ان کی زبانوں پر چیخ و پکار، آہ و زاری، حسرت اور موت کی آرزو کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ لیکن وہ دن ایسا ہوگا کہ نہ ان کی فریاد قبول ہوگی، نہ موت آئے گی، نہ عذاب میں کمی ہوگی۔

جہنمیوں کی چیخ وپکار

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ﴾

"اور وہ جہنم میں چیخیں مار رہے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمیں یہاں سے نکال دے، اب ہم پہلے کے برعکس نیک اعمال کریں گے۔" (سورۃ فاطر:37)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: يستغيثون ويستصرخون، ويسألون الرجعة إلى الدنيا، فلا يجابون إلى ذلك."

"یعنی وہ فریاد کریں گے، مدد کے لیے پکاریں گے، دنیا میں واپس بھیجے جانے کی درخواست کریں گے، مگر ان

کی کوئی درخواست قبول نہیں ہو گی۔"

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ فاطر 35:37)

جہنمی موت کو پکاریں گے

شدتِ عذاب سے تنگ آ کر وہ موت کو آواز دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ قَالَ إِنَّكُم مَّاكِثُونَ﴾

"وہ پکاریں گے: اے مالک! اپنے رب سے کہو کہ وہ ہمارا کام ہی تمام کر دے (ہمیں موت دے دے)۔ وہ جواب دے گا: تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔"

(سورۃ الزخرف: 77)

یہ جواب جہنمیوں کے لیے سب سے بڑی محرومی ہو گی کہ وہ موت مانگیں گے مگر موت بھی نصیب نہ ہو گی۔

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: سل ربك أن يميتنا فنستريح من العذاب، فيجيبهم بأنهم مقيمون لا يخرجون منها."

"یعنی وہ کہیں گے: اپنے رب سے کہو کہ ہمیں موت دے دے تاکہ عذاب سے نجات مل جائے، مگر جواب ملے گا کہ تم ہمیشہ اسی میں رہو گے۔"

(جامع البیان، تفسیر سورۃ الزخرف (77)

انہیں کہا جائے گا: آج ایک موت نہیں، بہت سی موتوں کو پکارو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾

"آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔" (سورۃ الفرقان: 14)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: لا ينفعكم الدعاء بالهلاك، فإن الهلاك لا يأتيكم، وإنما يزداد عليكم العذاب."

"یعنی ہلاکت کی دعا تمہارے کسی کام نہیں آئے گی، کیونکہ موت نہیں آئے گی، بلکہ عذاب بڑھتا ہی جائے گا۔"

(الجامع لأحکام القرآن، تفسیر سورۃ الفرقان 14)

نہ موت آئے گی، نہ زندگی سکون دے گی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ﴾

"وہ نہ اس میں مرے گا اور نہ ایسی زندگی پائے گا جس میں آرام ہو۔" (سورۃ الاعلیٰ: 13)

اور فرمایا:

﴿لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُم مِّنْ عَذَابِهَا﴾

"نہ ان پر موت طاری کی جائے گی کہ مر جائیں، اور نہ ان سے جہنم کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔" (سورۃ فاطر: 36)

ہر طرف سے موت محسوس ہو گی، مگر موت نہیں آئے گی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ﴾

"اس کے پاس ہر طرف سے موت آئے گی، مگر وہ مرنے والا نہیں ہو گا، اور اس کے آگے سخت عذاب ہے۔"

(سورۃ ابراہیم: 17)

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: تأتيه أسباب الموت وآلامه من كل جهة، ولا يموت فيستريح."

"یعنی موت کی تمام تکلیفیں ہر طرف سے اس پر آئیں گی، مگر وہ مرے گا نہیں تاکہ اسے آرام مل سکے۔"

(جامع البیان، تفسیر سورۃ ابراہیم: 17)

دنیا میں واپسی کی حسرت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿رَبِّ ارْجِعُونِ 0 لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ ۚ كَلَّا﴾

"وہ کہے گا: اے میرے رب! مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک اعمال کر سکوں۔ ہر گز نہیں!"

(سورۃ المؤمنون: 99-100)

اگرچہ یہ آیات موت کے وقت کی کیفیت بیان کرتی ہیں، لیکن یہی حسرت جہنم میں بھی بار بار ظاہر ہو گی، جیسا کہ سورۃ فاطر (35:37) میں ان کی فریاد مذکور ہے۔

جہنمیوں کا کھانا اور پینا، زقوم، ضریع، کھولتا ہوا پانی اور پیپ

اللہ تعالیٰ نے اہلِ جنت کے لیے لذیذ نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے، جبکہ اہلِ جہنم کے لیے ایسا کھانا اور پینا تیار کیا ہے جو بھوک اور پیاس بجھانے کے بجائے ان کے عذاب میں مزید اضافہ کرے گا۔

زقوم کا درخت: جہنم کی غذا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ 0 طَعَامُ الْأَثِيمِ 0 كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُونِ 0 كَغَلْيِ الْحَمِيمِ﴾

"بے شک زقوم کا درخت بڑے گناہ گار کی غذا ہو گا، وہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹوں میں کھولے گا، جیسے کھولتا ہوا پانی جوش مارتا ہے۔" (سورۃ الدخان: 43-46)

اسی طرح فرمایا:

﴿أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ 0 إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ 0 إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ 0 طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ 0 فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا

فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ﴾

"کیا یہ بہتر مہمانی ہے یا زقوم کا درخت؟... وہ جہنم کی جڑ سے نکلنے والا درخت ہے، اس کے خوشے گویا شیاطین کے سر ہیں، پھر وہ اسی میں سے کھائیں گے اور اپنے پیٹ بھر لیں گے۔"(سورۃ الصافات:62-66)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" جعل الله شجرة الزقوم عذابًا لأهل النار، فإذا جاعوا أكلوا منها، فزادتهم ألمًا على ألم."

"اللہ تعالیٰ نے زقوم کے درخت کو اہلِ جہنم کے لیے عذاب بنایا ہے، جب وہ بھوکے ہوں گے تو اسی میں سے کھائیں گے، اور وہ ان کے درد میں مزید اضافہ کرے گا۔"(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الصافات:62-66)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ أَنَّ قَطْرَةً مِنَ الزَّقُّومِ قُطِرَتْ فِي دَارِ الدُّنْيَا لَأَفْسَدَتْ عَلَى أَهْلِ الدُّنْيَا مَعَايِشَهُمْ، فَكَيْفَ بِمَنْ يَكُونُ طَعَامُهُ؟»

"اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو دنیا والوں کی زندگی خراب کر دے، پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کی غذا ہی زقوم ہو گی؟"

(جامع ترمذی:2585)

امام ترمذی نے فرمایا: حدیث حسن صحیح، جبکہ شیخ البانی نے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔

ضریع: کانٹے دار غذا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ 0 لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ﴾

"ان کے لیے ضریع کے سوا کوئی کھانا نہیں، جو نہ جسم کو طاقت دے گا اور نہ بھوک مٹائے گا۔"(سورۃ الغاشیہ:6-7)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الضريع شوك من نار، لا ينتفع به آكله، بل يزيده عذابًا."

"ضریع جہنم کا کانٹے دار پودا ہے، جسے کھانے والے کو کوئی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ اس کا عذاب مزید بڑھ جائے گا۔"(الجامع لأحكام القرآن، سورۃ الغاشیۃ 6-7)

کھولتا ہوا پانی

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ﴾

"انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جو ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔"(سورۃ محمد:15)

اور فرمایا:

﴿وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ﴾

"اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی مانند ہو گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔"(سورۃ الکہف:29)

پیپ اور خون

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ 0 يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ﴾

"اس کے سامنے جہنم ہے، اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا، جسے وہ گھونٹ گھونٹ کر پینے کی کوشش کرے گا مگر آسانی سے حلق سے نہ اتار سکے گا۔"

(سورۃ ابراہیم:16-17)

امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الصديد: ما يسيل من لحوم أهل النار ودمائهم."

"صدید سے مراد اہلِ جہنم کے جسموں سے بہنے والی پیپ اور خون ہے۔" (جامع البیان، سورۃ ابراہیم: 14:16)

کھانے پینے سے عذاب کم نہیں ہو گا

یہ کھانا بھوک ختم نہیں کرے گا اور یہ پانی پیاس نہیں بجھائے گا، بلکہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ عذاب میں اضافہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِنْ حَمِيمٍ﴾

"پھر اس (زقوم) کے بعد ان کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہو گی۔"(سورۃ الصافات:67)

جہنمیوں کا لباس، ان کی کھالوں کا بار بار جلایا جانا، اور عذاب کا مسلسل نیا ہونا

جہنم کا عذاب صرف آگ میں جلنے کا نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم کے لباس، ان کی کھال، ان کے جسم اور ان کے احساسِ تکلیف سب کو عذاب کا ذریعہ بنا دیا ہے۔ جب ایک کھال جل کر ختم ہو جائے گی تو دوسری کھال پیدا کر دی جائے گی، تاکہ عذاب میں کوئی کمی نہ آئے۔

آگ کے لباس

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِنْ نَارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ﴾

"پس جن لوگوں نے کفر کیا، ان کے لیے آگ کے لباس کاٹے جائیں گے، اور ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔"(سورۃ الحج:19)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أي: جعلت لهم ثياب من النار تحيط بهم من جميع جوانبهم."

"یعنی ان کے لیے آگ ہی کے لباس بنائے جائیں گے جو انہیں ہر طرف سے گھیر لیں گے۔"

(تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحج(22:19)

کھولتا ہوا پانی سروں پر انڈیلا جائے گا

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«﴿يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ 0

﴿يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَالْجُلُودُ﴾

”ان کے سروں پر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں پگھل جائیں گی۔“(سورۃ الحج:19-20)

امام قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"أي: يذيب الحميم ما في البطون من الأحشاء، كما يذيب الجلود ."

”کھولتا ہوا پانی ان کی آنتوں اور پیٹ کے اندرونی اعضاء کو بھی پگھلا دے گا، اور ان کی کھالوں کو بھی۔“

(الجامع لأحکام القرآن، سورۃ الحج 19-20)

لوہے کے گرز

جب اہل جہنم درد سے تڑپ کر نکلنے کی کوشش کریں گے تو فرشتے انہیں لوہے کے بھاری گرزوں سے مار کر دوبارہ جہنم میں دھکیل دیں گے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُمْ مَقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ 0 كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ﴾

”اور ان کے لیے لوہے کے گرز ہوں گے۔ جب بھی وہ غم کی شدت سے جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے تو انہیں اسی میں لوٹا دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: جلانے والے عذاب کا مزہ چکھو۔“(سورۃ الحج:21-22)

کھالوں کا بار بار بدلنا

یہ قرآن مجید کی نہایت خوفناک آیات میں سے ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

”جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، ہم انہیں عنقریب آگ میں داخل کریں گے۔ جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی، ہم ان کے بدلے دوسری کھالیں پیدا کر دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ زبردست، حکمت والا ہے۔“

(سورۃ النساء:56)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"في هذه الآية دليل على أن الإحساس بالألم متعلق بالجلود، ولذلك جددها الله لهم."

”اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ درد کا تعلق کھال سے ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ اسے بار بار بدل دے گا تاکہ عذاب مسلسل محسوس ہوتا رہے۔“

(الجامع لأحکام القرآن، سورۃ النساء 56)

جہنمیوں کی حسرت، باہمی مکالمے، فریادیں اور دائمی محرومی

جہنم میں پہنچنے کے بعد اہلِ جہنم کو صرف جسمانی عذاب ہی کا سامنا نہیں ہوگا، بلکہ وہاں سب سے بڑی تکلیف حسرت، ندامت، بے بسی اور ہمیشہ کے لیے محرومی ہوگی۔ دنیا میں جن لوگوں نے حق کو پہچان کر بھی ٹھکرا دیا، نصیحت سن کر بھی غفلت اختیار کی، اور مہلت ملنے کے باوجود توبہ نہ کی، قیامت کے دن وہ اپنی غلطی کو پہچانیں گے، مگر اس وقت پچھتاوا کسی کام نہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾

”اور انہیں حسرت کے دن سے ڈراؤ، جب فیصلہ کر دیا جائے گا، حالانکہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔“(سورۃ مریم:39)

جہنمیوں کا آپس میں جھگڑنا

دنیا میں جو لوگ گمراہی کے راستے پر ایک دوسرے کے ساتھی تھے، قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا ادَّارَكُوا فِيهَا جَمِيعًا قَالَتْ أُخْرَاهُمْ لِأُولَاهُمْ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَآتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَلَٰكِنْ لَا تَعْلَمُونَ﴾

”جب بھی ایک گروہ داخل ہوگا، اپنے سے پہلے والے گروہ پر لعنت کرے گا، یہاں تک کہ جب سب جہنم میں جمع ہو جائیں گے تو بعد والے پہلے والوں کے بارے میں کہیں گے: اے ہمارے رب! انہوں نے ہمیں گمراہ کیا، انہیں آگ کا دگنا عذاب دے۔ اللہ فرمائے گا: ہر ایک کے لیے دگنا ہے، لیکن تم نہیں جانتے۔“(سورۃ الأعراف:38)

یہاں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن باطل کی دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔

سرداروں اور پیروکاروں کی گفتگو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ مُغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ قَالُوا لَوْ هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَحِيصٍ﴾

”اور سب اللہ کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے، تو کمزور لوگ متکبر لوگوں سے کہیں گے: ہم تمہارے تابع تھے، کیا تم اللہ کے عذاب میں سے کچھ ہم سے دور کر سکتے ہو؟ وہ کہیں گے: اگر اللہ ہمیں ہدایت دیتا تو ہم تمہیں بھی ہدایت دیتے، اب ہمارے لیے برابر ہے کہ ہم صبر کریں یا بے صبری کریں، ہمارے لیے کوئی بچنے کی جگہ نہیں۔“(سورۃ ابراہیم:21)

دنیا میں جنہیں اپنا رہنما، سردار اور کامیابی کا ذریعہ سمجھا تھا، آخرت میں وہی بے بسی کا اظہار کریں گے۔

شیطان کا جہنمیوں سے خطاب

شیطان جس کے پیچھے چل کر لوگ گمراہ ہوئے، قیامت کے دن ان سے بری الذمہ ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ﴾"اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے بھی تم سے وعدہ کیا تھا پھر میں نے تم سے وعدہ خلافی کی۔ میرا تم پر کوئی زور نہ تھا، سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا اور تم نے میری بات قبول کر لی۔ پس مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو ملامت کرو۔" (سورۃ ابراہیم:22)

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"في هذه الآية تخويف من اتباع الشيطان، فإنه يتبرأ من أتباعه يوم القيامة."

"اس آیت میں شیطان کی پیروی سے ڈرایا گیا ہے، کیونکہ قیامت کے دن وہ اپنے پیروکاروں سے براءت کا اظہار کرے گا۔" (الجامع لأحکام القرآن، ابراہیم:22)

اہل جنت کو پکارنا

جب جہنمی عذاب کی شدت میں مبتلا ہوں گے تو اہل جنت کو آواز دیں گے:

﴿وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ﴾

"دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہم پر کچھ پانی بہا دو یا جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے اس میں سے کچھ دے دو، وہ کہیں گے: بے شک اللہ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔" (سورۃ الأعراف:50)

آخری حسرت: واپس دنیا میں جانے کی خواہش

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ﴾"اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے، پھر اگر ہم دوبارہ ایسا کریں تو ہم ظالم ہوں گے۔" (سورۃ المؤمنون:107)

لیکن جواب ہوگا:

﴿اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ﴾

"دھتکارے ہوئے اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔" (سورۃ المؤمنون:108)

یہ قرآن کا وہ مقام ہے جو جہنم کی دائمی محرومی کو انتہائی مؤثر انداز میں بیان کرتا ہے۔

اے اللہ کے بندو! جہنم کا ذکر ہمیں مایوس کرنے کے لیے نہیں، بلکہ جگانے کے لیے ہے۔ یہ اس لیے بیان کی گئی ہے کہ انسان اپنی آنکھ کھولے، اپنے اعمال کا جائزہ لے، اور اس دن کی تیاری کرے جس دن نہ مال کام آئے گا، نہ منصب، نہ دنیا کی شہرت۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ﴾

"جس دن نہ مال فائدہ دے گا نہ اولاد، مگر وہ شخص کامیاب ہوگا جو اللہ کے پاس پاکیزہ دل لے کر آئے گا۔" (سورۃ الشعراء:88-89)

اپنے گھروں کو ایمان اور نیکی کا گہوارہ بنائیں گے۔

اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ، وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ إِلَيْهَا مِنْ قَوْلٍ وَعَمَلٍ.

☆☆☆

برمنگھم میں ایک نوجوان کی وفات

گزشتہ دنوں الم راک، برمنگھم ہیر سیلون کے اونر جناب عنایت مرحوم کے فرزند عباس عنایت کا 40 سال کی عمر میں اچانک انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

پسماندگان میں ایک بیٹا، بیوہ اور پورا خاندان سوگوار ہے۔ محمدی مسجد میں ماضی قریب میں اتنا بڑا جنازہ دیکھنے میں نہیں آیا۔ وسیع و عریض مسجد اپنی تنگ دامانی کا شکوہ کر رہی تھی اور ہر ایک کی زبان پر اس نوجوان کے اچھے اخلاق اور صفات حمیدہ کا چرچا تھا۔ سچ ہے:

"زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو"

مسجد کے اطراف واکناف کے سارے راستے گاڑیوں کی کثرت کی وجہ سے مسدود تھے، جنازہ میں مرحوم کے چچا جناب کفایت، مرحوم کے چھوٹے بھائی وقاص، حاجی ذوالفقار علی رحمانی، رحمت علی، مظہر اقبال، حاجی الطاف حسین، حاجی عبد الغفور، عبد الاول، مولانا شیر خان جمیل احمد عمری اور بہت سے احباب واقرباء موجود تھے۔ خواتین کی حاضری ریکارڈ تھی، مولانا محمد عبد الہادی العمری نے نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ دیکھیے صحت مند نوجوان کو اچانک موت آ سکتی ہے تو پھر زندگی کا کیا بھروسہ ہے، اس لیے کہتے ہیں کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے آخرت کی تیاری کرنا چاہیے۔ اسی دن سٹن کولڈ فیلڈ برمنگھم، قبرستان میں تدفین عمل میں آئی۔ دعا ہے کہ اللہ کریم اس نیک وصالح نوجوان کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

گر پیر بصد سالہ بمیرد عجبے نیست
ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مُرد

"اگر سو سال کی عمر کے بزرگ کا انتقال ہوتا ہے تو اتنا تعجب نہیں ہوتا مگر یہ بڑا صدمہ ہوتا ہے کہ ایک نوجوان دنیا سے چل بسا ہے۔"

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب



سورۃ المرسلات ایک مختصر تعارف

مولانا محمد عبدالحفیظ اسلامی

"المرسلات" 77 ویں (مکی) سورہ اور ابتدائی تنزیلات میں شامل ہے۔مذکورہ سورت میں 50 آیات کریمہ اور 2 رکوع آئے ہیں۔

قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمارے ذہن میں یہ چیز رہنی چاہئے کہ مذکورہ بالا سورت "المرسلات" سے قبل جو دو سورتیں گزریں ہیں یعنی "سورہ قیامہ" اور سورہ "دہر" اور سورہ (المرسلات) کے بعد جو دو سورتیں آئیں گی یعنی سورہ "نبا" اور سورہ "نازعات" اس طرح یہ کل ملا کر 5 سورتیں ہیں جو ایک ہی دور کی تنزیلات سے ہے۔ جن میں ایک ہی مضمون ہے، وہ یہ کہ قیامت اور آخرت ایک یقینی چیز ہے۔ جس کا انکار کرنے سے جو بُرے نتائج برآمد ہوں گے....، اور اس کا اقرار کرکے آدمی کس طرح فائدے میں رہے گا.... اس سلسلہ میں لوگوں کو خبر دار کر دیا گیا۔

نبی ﷺ کی، دعوتِ حق میں قیامت کے یقینی طور پر برپا ہونے کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کے جواب میں مشرکین مکہ انکار کی روش اختیار کرتے ہیں۔ لہذا منکرین قیامت کے ذہنوں کو جھنجوڑتے ہوئے اس سلسلہ میں، ہواؤں کا ذکر فرمایا اور واضح حقائق ان کے سامنے رکھے گئے تاکہ وہ سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے اپنی فکر و نظر Point of view یا Perspective میں تبدیلی لائیں، مطلب یہ کہ ہواؤں کے انتظام کو اس حقیقت پر گواہ قرار دیا گیا کہ قرآن حکیم اور محمد رسول اللہ ﷺ جس چیز (قیامت) کی خبر Doomsday news دے رہے ہیں وہ ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ دراصل یہاں پر استدلال یہ ہے کہ جس قادر مطلق ہستی نے اس زمین پر حیرت انگیز جو انتظام چلا رہا ہے (جسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو اور محسوس بھی کرتے ہو) یہ خدا کی ہستی ایسی بلند و بالا ذات عالی ہے وہ، قیامت برپا کرنے سے عاجز نہیں ہو سکتی، غرضیکہ خالق کائنات بڑی حکمت والا ہے، اور اس حکیم کا کوئی فعل فضول اور بے مقصد نہیں ہے بلکہ ہر چیز با مقصد ہے اسی طرح قیامت کے برپا کئے جانے کا بھی ایک عظیم مقصد ہے۔ اس طرح ابتدائی سات 7 آیات میں قیامت کے برپا کئے جانے پر اپنی قدرت کاملہ کے شان و بڑائی واضح انداز میں رکھی گئ۔ مولانا سید مودودی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"یہاں قیامت کے ضرور واقع ہونے پر پانچ چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، ایک: ﴿وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا﴾ "پے در پے، یا بھلائی کے طور پر بھیجی جانے والیاں۔"

دوسرے: ﴿فَالْعَاصِفَاتِ عَصْفًا﴾ "بہت تیزی اور شدت کے ساتھ چلنے والیاں۔"

تیسرے: ﴿وَالنَّاشِرَاتِ نَشْرًا﴾ "خوب پھیلانے والیاں۔"

چوتھے: ﴿فَالْفَارِقَاتِ فَرْقًا﴾ "الگ الگ کرنے والیاں۔"

پانچویں: ﴿فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا﴾ "یاد کا القا کرنے والیاں۔"

چونکہ ان الفاظ میں صرف صفات بیان کی گئی ہیں اور یہ صراحت نہیں کی گئی ہے کہ یہ کس چیز یا کن چیزوں کی صفات ہیں۔ اس لیے مفسرین کے درمیان اس امر میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا یہ پانچوں صفات ایک ہی چیز کی ہیں، یا الگ الگ چیزوں کی، اور وہ چیز یا چیزیں کیا ہیں۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ پانچوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ دوسرا کہتا ہے پانچوں سے مراد فرشتے ہیں۔

تیسرا کہتا ہے پہلے تین سے مراد ہوائیں ہیں اور باقی دو سے مراد فرشتے ہیں۔ چوتھا کہتا ہے پہلے دو سے مراد ہوائیں اور باقی تین سے مراد فرشتے ہیں اور ایک گروہ کی رائے یہ بھی ہے کہ پہلے سے مراد ملائکہ رحمت، دوسرے سے مراد ملائکہ عذاب اور باقی تین سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں۔

ہمارے نزدیک پہلی بات تو یہ قابل غور ہے کہ جب ایک ہی سلسلہ کلام میں پانچ صفات کا مسلسل ذکر کیا گیا ہے اور کوئی علامت بیچ میں ایسی نہیں پائی جاتی جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ کہاں تک ایک چیز کی صفات کا ذکر ہے اور کہاں سے دوسری چیز کا ذکر شروع ہوا ہے، تو یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ محض کسی بے بنیاد یا قیاس کی بنا پر ہم یہ سمجھ لیں کہ یہاں دو باتیں مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی گئی ہیں، بلکہ اس صورت میں نظم کلام خود اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ پوری عبارت کو کسی ایک ہی چیز کی صفات سے متعلق مانا جائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی شک یا انکار کرنے والوں کو کسی حقیقتِ غیر محسوس کا یقین دلانے کے لیے کسی چیز، یا بعض چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہاں قسم دراصل استدلال کے ہم معنی ہوتی ہے، یعنی اس سے مقصود یہ بتانا ہوتا ہے کہ یہ چیز یا چیزیں اس حقیقت کے صحیح و برحق ہونے پر دلالت کر رہی ہیں۔ اس غرض کے لیے ظاہر ہے کہ ایک غیر

محسوس شئے کے حق میں کسی دوسری غیر محسوس شئے کو بطور استدلال پیش کرنا درست نہیں ہو سکتا، بلکہ غیر محسوس پر محسوس سے دلیل لانا ہی موزوں اور مناسب ہو سکتا ہے۔" (تفہیم القرآن)

اسطرح قیامت کے واقع ہونے کی بات بھی اس میں رکھی گئی کہ ﴿ إِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ ﴾ بے شک جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ شدنی ہے: یعنی اسکا وقوع لازمی Inevitability ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی "قسموں کا مقصود" پر لکھتے ہیں کہ "یہ مذکورہ قسموں کا مقسم علیہ ہے۔ فرمایا کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ واقع ہو کے رہے گی۔ 'تُوْعَدُوْنَ' یہاں عام ہے، اس میں وعدہ اور 'وعید' دونوں شامل ہے لیکن یہ سورہ، جیسا کہ ہم تمہید میں اشارہ کر چکے ہیں، انذار کی ہے اس وجہ سے یہاں وعید کا پہلو غالب ہے۔ یعنی جس عذاب اور قیامت سے تمہیں ڈرایا جارہا ہے وہ اٹل ہے، اس سے تمہیں سابقہ پیش آ کے رہے گا۔ عذاب اور قیامت پر ہواؤں کے تصرفات کی شہادت گوناگوں پہلوؤں سے پچھلی سورتوں میں بیان ہو چکی ہے۔ تفصیل مطلوب ہو تو سورۂ ذاریات کی تفسیر پر ایک نظر ڈال لیجیے۔ یہاں صرف اتنی بات یاد رکھیے کہ

اللہ تعالیٰ نے عذاب اور قیامت کے مکذبین کو ہواؤں کے تصرفات کی طرف توجہ دلا کر متنبہ فرمایا ہے کہ اپنی قوت و سطوت پر زیادہ ناز نہ فرماؤ۔ اللہ عذاب لانا چاہے تو اسے کوئی بڑا اہتمام نہیں کرنا ہے۔ جس ہوا کی لائی ہوئی بارش سے جیتے ہو اسی کے پیچ ذرا ڈھیلے چھوڑ دے تو چشم زدن میں تمہاری ہستی کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ اس دنیا میں کتنی ہی قومیں گزری ہیں جن کو ہوا ہی نے خس و خاشاک کی طرح اڑا دیا۔" (تدبر قرآن)

اصل میں لوگوں کو متنبہ کیا جارہا ہے کہ یہ عظیم واقعہ ہو کر رہے گا یہ چیز شک کرنے کی نہیں ہے بلکہ اسکی پیشگی جو خبر دی جارہی ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور اسکی تیاری کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

مولانا صلاح الدین یوسف رحمت اللہ علیہ اپنی معروف تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یقیناً ہونے والی ہے: "(یا جواب قسم) یہ ہے کہ تم سے قیامت کا جو وعدہ کیا جاتا ہے، وہ یقیناً واقع ہونے والی ہے یعنی اس میں شک کرنے کی نہیں بلکہ اس کے لئے تیاری کرنے کی ضرورت ہے؟ اگلی سورت میں اس کو واضح کیا جارہا ہے۔" (احسن البیان) نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما کر لوگوں کو اس سلسلہ میں متنبہ فرمایا کرتے اور منکرین اس کے انکار میں یہاں تک آگے بڑھ چکے تھے کہ آپ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے یہ مطالبہ کرتے ہوئے کہتے کہ اے محمد (صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) آپ جو ہمیں قیامت کے بارے میں ڈرارہے ہیں اسے لا کر تو دکھایئے؟ تب ہم اسے مانیں گے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ ان کے اس مطالبہ کا ذکر کئے بغیر آیت 8 تا 15 میں اس کا بھرپور جواب دیتے ہوے ، ان آیات میں قیامت کی (ہلچل وافراتفری Apocalyptic) کی ہنگامہ خیز تصویر پیش کی ہے۔

"یعنی اس دن اس کائنات کی وہ چیزیں جو بہت عظیم، بڑی ہی پر شوکت اور بالکل غیر فانی اور لازوال نظر آتی ہیں اور جن کو دیکھ کر تم گمان کرتے ہو کہ بھلا ان کو ان کی جگہ سے کون ہلا سکتا ہے وہ بالکل بے نشان اور بے حقیقت ہو کے رہ جائیں گی۔ ہواؤں کے لائے ہوئے طوفانوں سے بڑے بڑے شہروں، محلوں اور قلعوں کو جس طرح بے نشان ہوتے دیکھا ہے اسی طرح اس دن ایسی ہلچل برپا ہو گی کہ ستارے بے نشان ہو جائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا اور زمین کے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔" (اقتباس)

جو لوگ اپنی زندگی کے قیمتی اوقات اور لمحات کو یوں ہی بے مقصد و بے لگام اور خدا کے پاس جواب دہی کے احساس کے بغیر گزار دیتے ہیں ایسے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے، قیامت کا ہوشربا منظر رکھا گیا ہے کہ (یوم حساب کی) یہ گھڑی فیصلہ کے دن تک کے لئے ملتوی ہے؛ ہاں یاد رکھو! وہ فیصلہ کا دن ایسا ہوگا جس میں سب کا حساب کتاب ہوگا اور تمام مقدمات تمام تنازعات اور سارے اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا، یہ فیصلے کا دن The Last Day of judgment ان لوگوں کے لئے تباہی و بربادی کا دن ہوگا جو رسول اللہ کی لائی ہوئی کتاب کی تکذیب کیا کرتے ہیں اور روز قیامت کا انکار کرتے ہوئے اسے ناممکن تصور کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لئے ویرانی و بربادی Reindicate ہے یعنی جنہوں نے اس دن کے آنے کی خبر کو جھوٹ سمجھا، اور یہ سمجھتے رہے کہ وہ وقت نہیں آنا ہے جب انہیں اپنے خدا کے سامنے حاضر ہو کر اپنے اعمال کی جواب دہی کرنی ہوگی۔

آیت 16 تا 28 میں بڑے دلنشین انداز میں مسلسل آخرت پر بیان چلتا ہے جس میں اس بات کو نمایاں کیا گیا کہ تصور آخرت سے انحراف کر کے قوموں میں بگاڑ آتا ہے یعنی آخرت کا انکار کر کے جن قوموں نے بھی زندگی گزاری، تباہی ان کا مقدر بن گئی! اس سلسلہ میں ﴿ أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ ﴾ فرماتے ہوئے گزری ہوئی قوموں کی ہلاکت کا ذکر ہوا کہ ان لوگوں نے جیسے کہ، قوم عاد و ثمود اور قوم نوح اور قوم فرعون نے انکار آخرت اور خوف خدا سے بے نیاز زندگی گزاری تو پھر وہ فسق و فجور کے دلدل میں اترتے چلے گئے۔ ان قوموں کی Chronicles of destroyed nations روداد اہل مکہ کے سامنے رکھی گئی کہ وہ ہوش کے ناخن لیں۔

مولانا پیر محمد کرم شاہ الازہری علیہ الرحمہ نے اس

بارے میں عام فہم انداز میں تحریر فرمائی، وہ لکھتے ہیں کہ "اہل مکہ جو بڑی شدد سے وقوع قیامت کا انکار کیا کرتے تھے، انہیں بتایا جارہا ہے کہ اگر وہ اپنے سے پہلے گزری ہوئی قوموں کے انجام پر غور کریں اور اس کی وجہ تلاش کریں تو انہیں قیامت پر ایمان لانے میں کوئی دقّت نہ ہوگی۔ عاد، ثمود، قوم نوح، قوم فرعون جسمانی قوت و زور میں کسی سے کم نہ تھے، دولت وثروت کے بھی ان کے پاس انبار لگے تھے۔ ان کے پاس لشکرِ جرار تھے، ان کے سپاہی تجربہ کار اور جنگجو تھے، ان کے پاس ماہرین حرب جرنیلوں کی بھی کمی نہ تھی، اپنے زمانے کے معیار کے مطابق وہ علوم وفنون میں بھی کسی قوم سے پیچھے نہ تھے، انکی کاروباری مہارت بھی لاجواب تھی۔ اگر ان چیزوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو ان قوموں کو مدت دراز تک عزت واقبال سے زندگی بسر کرنی چاہیے تھی، ان کے اقتدار کا نقارہ دیر تک بجتا رہتا، لیکن اے اہل مکہ تم جانتے ہو کہ انہیں آناًفاناً تباہ کر دیا گیا۔ اس کی وجہ اس کے بغیر اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے اعمال بڑے قبیح، ان کی حرکتیں بڑی ذلیل، ان کے اخلاق بہت بگڑے ہوئے تھے۔ جھوٹ، بدعہدی، کم تولنا، کم ناپنا، کمزور لوگوں پر ظلم و تشدد، ان کا وتیرہ بن گیا تھا۔ وہ عیش عشرت میں بڑی دریادلی سے اپنی دولت کو لٹاتے اور معصوم عصمتوں کو بڑی بے دردی سے لوٹتے۔ گمراہی اور برائی میں بغیر کسی جھجک کے ان کے یوں مگن ہونے کا سبب یہی تو تھا کہ انہیں محاسبہ کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اگر انہیں یہ خیال ہوتا کہ ایک روز انہیں اپنے رب کے روبرو پیش ہو کر حساب دینا ہے تو وہ یوں فسق وفجور میں غرق نہ ہو جاتے۔ روز حساب سے بے فکر ہو کر وہ فسق وفجور کی دلدل(Sin and Iniquity) میں دھنستے چلے گئے، یہاں تک کہ ان کے بداعمالیوں کے طبعی نتائج اس دنیا میں ہی ظاہر ہو گئے اور انہیں تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ اے اہل مکہ! اگر تم بھی اسی قسم کے ہولناک انجام سے دوچار ہونا چاہتے ہو تو بے شک اس روش کو مت چھوڑو اور اگر تم اپنے آپ کو تباہ و برباد نہیں کرنا چاہتے تو روز قیامت پر ایمان لاؤ۔ صرف محاسبہ کے ڈر سے ہی تمہارے بگڑے ہوئے دماغ درست ہو سکتے۔"

(ضیاء القرآن جلد پنجم صفحہ 454 تا 455 حاشیہ 5)

اس سورۃ میں ایک خاص بات بہت ہی قابل توجہ ہے!

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾

"تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے۔"

اس آیت کو 10 دس بار دھرایا گیا ہے، اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بار بار انتباہ دے رہا ہے، جو انکار حق کی روش پر چلتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾

"یہاں یہ فقرہ اس معنی میں ارشاد ہوا ہے کہ دنیا میں ان کا جو انجام ہوا ہے یا آئندہ ہوگا وہ ان کی اصل سزا نہیں ہے، بلکہ اصلی تباہی تو ان پر فیصلے کے دن نازل ہوگی۔ یہاں کی پکڑ تو صرف یہ حیثیت رکھتی ہے کہ جب کوئی شخص مسلسل جرائم کرتا چلا جائے اور کسی طرح اپنی بگڑی ہوئی روش سے باز نہ آئے تو آخر کار اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ عدالت، جہاں اسکے مقدمے کا فیصلہ ہونا ہے اور اسے اس کے تمام کرتوتوں کی سزا دی جانی ہے، اس دنیا میں قائم نہیں ہوگی بلکہ آخرت میں ہوگی، اور وہی اسکی تباہی کا اصل دن ہوگا۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد دوم، الاعراف، حواشی 5۔6۔ ہود، حاشیہ 105)

اس طرح آگے آیت 40 تک قیامت کو جھٹلانے والوں کا مضمون آیا ہے۔ آیت کریمہ 41 تا 45 میں متقین اور روز قیامت کو حق جانتے ہوئے اپنی زندگی گزارنے والے نیک لوگوں کا ذکر خیر ہوا اور انھیں جن جن نعمتوں Blessings سے نوازا جائے گا اس کی تصویر پیش فرمائی گئی تا کہ لوگ خیر کی طرف آگے بڑھیں۔

سورت کا اختتام پھر ان لوگوں کو انتباہ دیتے ہوئے ہوا جو اپنی زندگی من مانی وبے بندگی گزارتے ہوئے آخرت کو فراموش کر رہے ہیں ان کے لیے فرمایا:﴿فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ﴾

یعنی اس کو پڑھ کر یا سن کر بھی اگر کوئی شخص ایمان نہیں لاتا تو اس کے بعد پھر اور کیا چیز ایسی ہو سکتی ہے جو اس کو راہ راست پر لا سکے؟

حقیقت یہ کہ جو شخص بھی اس قرآن سے ہدایت حاصل نہ کیا اس کے لیے اب کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ جس سے ہدایت حاصل کی جائے کیونکہ قرآن ہی واحد سرچشمہ ہدایت " Source of guidance" ہے۔

☆☆☆

مولانا محمد شفیق خان پسروری رانا

نائب ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ومنتظم 'پیغام ٹی وی پاکستان'، معروف کالم نگار اور مصنف کتب کثیرہ اور علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید کی مسجد کے خطیب و سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

"غازی شفیق خاں پسروری رانا"
خطابت کے شہسوار، اردو ادب کے دانا
'احسان الٰہی ظہیر' کی مسجد کے ہیں خطیب
نائب ناظم اعلیٰ ہیں مرکزی جمعیت کے نقیب
اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہ چکے
اور ایک خصوصی عہدہ جمعیت سے لے چکے
رائیٹر ہیں لکھ چکے ہیں کتابیں بھی کثیر
محفوظ دشمنوں سے رہیں رب القدیر

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی



بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ 0 الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ 0 لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾(سورۃ یونس:62-64)

حمد و ثنا، شکر و تعریف، بڑائی، کبریائی اور عظمت، سب اللہ رب العالمین کے لیے، جو مالک الملک، خالق کل اور عالم کل ہے۔ خلاّق ہے، رزاق ہے۔ وہی قابلِ عبادت ہے اور وہی معبود بر حق ہے۔ صلوۃ و تسلیم، درود و سلام سرور انبیاء کے لیے، جو امام کائنات، رحمت کائنات، سید کائنات ہیں اور رحمت اللعالمین ہیں۔

قرآن کریم کی جو آیات کریمہ ابھی خطبہ مسنونہ کے ساتھ میں نے تلاوت کی ہیں، یہ سورہ یونس کی آیات ہے۔ اس میں رب العالمین کا ارشاد ہے کہ

﴿ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (سورة يونس:62)

لوگو! گوشِ ہوش سے اور توجہ سے سنو! خبر دار ہو کے، دھیان سے سنو! کیا سنو؟ کیا سنایا جارہا ہے؟ یہ کہ اولیاء اللہ، اللہ کے دوست ہیں، ان پر کوئی خوف نہیں اور وہ غم سے بھی آزاد کر دیئے جائیں گے۔ اولیاء اللہ یہ کون ہیں؟ ان کی پہچان کیا ہے؟ فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (سورة يونس: 63)

وہ کوئی الگ مخلوق نہیں ہے۔ ان کے کوئی الگ نشانات یا علامات نہیں ہیں۔ ان کی دو بنیادی صفات ہیں کہ ان کا ایمان پکا ہے اور وہ تقویٰ سے مزین ہیں۔ پھر فرمایا:

﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ﴾ (سورة يونس: 64)

انھی کے لیے خوشخبریاں ہیں، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی اقدار، اللہ کی سنتیں، اللہ کے طریقے بدلنے والے نہیں۔ ہر زمانے میں اور ہر وقت یکساں ہیں۔ یہ قانون ہے۔ ایمان اور تقویٰ کے نتیجے میں تمھیں اطمینان ملے گا، سکون ملے گا، خوشی ملے گی، خوشخبریاں ملیں گی۔ یہ قانون ہے اللہ کا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں۔ فرمایا:

﴿ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (سورة يونس: 64)

یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ یہی کامیابی کا راز ہے۔ یعنی ایمان اور تقویٰ۔

دنیا کی زندگی میں، سب لوگ اور سب انسان خواہش رکھتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کی یہ زندگی پر سکون ہو، اطمینان والی ہو، مزے والی ہو جبکہ اس میں مزے اور تلخ حقیقتیں، دلچسپیاں اور مصیبتیں ملی جلی ہیں، کبھی یہ کبھی وہ لیکن ہر ایک کی خواہش یہ ہے کہ وہ ایک پر سکون اور کامیاب اور بامراد زندگی بسر کرے۔

لوگ اس سکون اور کامیابی کو تلاش کہاں کرتے ہیں؟ کچھ لوگ مال میں تلاش کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مال ہو گا، دنیا ہو گی، دنیا کی سہولتیں ہوں گی تو مزے اور سکون سے زندگی گزرے گی۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اچھی اولاد ہو، بیٹے ہوں تو زندگی پر سکون بن جائے گی۔ زندگی مزے اور خوشی میں گزرے گی۔ کچھ لوگ اقتدار اور منصب کے یا اس عزت کے آرزو مند رہے ہیں جو اقتدار کے ذریعے ملے یا کسی اور طریقے سے ملے، لوگ سکون، اطمینان زندگی کی خوشی اور کامیابی تلاش کرتے ہیں لیکن دیکھا یہ ہے، مشاہدہ یہ ہے، دنیا بھر کا، سب کا تجربہ یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے خواہ مال ہو، اولاد ہو، منصب ہو، اقتدار ہو یا عزت ہو، ان سب چیزوں سے اگر خوشی، اطمینان، سکون اور اطمینان قلب ملے گا بھی تو یہ تھوڑا بھی ہو گا اور فانی بھی ہو گا، عارضی بھی ہو گا۔ کچھ لوگوں کو تو ان میں بھی سکون نہیں ملتا، کچھ لوگوں کو ان میں تھوڑا سا سکون ملتا ہے اور پھر وہ ختم ہو جاتا ہے، کسی نہ کسی طریقے سے چھپ جاتا ہے، تو یہ زندگی کو پر سکون بنانے کے لیے کوئی پائیدار یا مستقل قابل اعتبار ذریعہ نہیں ہے۔

اگر مال اور دنیاوی سہولتوں سے، دنیاوی عیش و آرام سے، زندگی کامیاب اور پر سکون اور اطمینان والی بنتی، تو یہ جو ترقی یافتہ مغربی ممالک ہیں، یورپ ہے، امریکہ ہے۔ ان کے پاس مال اور دنیاوی سہولتیں کچھ کم نہیں ہیں۔ وہاں اگر آپ کے پاس روزگار ہے تو وہ عموماً اچھا روزگار ہو گا، نہیں ہے تو حکومت اچھا خاصا بے روزگاری کا الاؤنس دے گی، بڑھاپا آئے گا، تو پھر سرکاری محکمے میں نوکری کی ہے یا نہیں کی؟ بڑھاپے کی تنخواہ اور پنشن ملے گی۔ بعض ملکوں میں بچہ پیدا ہوا تو اس کے لیے الگ Allowance شروع ہو جاتا ہے، شادی ہوئی تو اس کے لیے رقم مل گئی، مال مل گیا، بیماری ہوئی تو اس کے لئے سہولتیں مل گئیں۔ علاج مفت ہو گیا۔ بچوں کی تعلیم پہ بھی کوئی زیادہ اخراجات نہیں۔ یہ تمام دنیاوی، مادی سہولتیں اور آرام ان کو میسر ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہاں تھوڑے

نہیں، بہت بڑے بڑے پیمانے پر لوگ ڈپریشن کا شکار ہیں، ان کی زندگی میں ٹینشنز اور اَن دیکھی تلخیاں پتہ نہیں کہاں سے آ جاتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں سالانہ خودکشیاں ہوتی ہیں۔ تمام سہولتوں، آرام اور ظاہری اطمینان کے باوجود لوگ مختلف طریقوں سے اپنے ہاتھوں سے اپنی جانیں لیتے ہیں ۔ ان کے ہاں بھی زندگی سے بیزاری اور بے اطمینانی ہے تو یہ اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ مادی سہولتیں اور دنیاوی مال، خوشی حاصل کرنے کے لیے یہ کوئی لازمی سپورٹ نہیں کرتے ۔اضطراب، انجانے خوف، پریشانیاں یہ ان لوگوں کو اکثر لاحق رہتی ہیں۔ قرآن نے کہا:﴿فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ﴾ (التوبة: 55)

اے دیکھنے والے ! ان دنیا پرستوں اور ان کافروں کے مال اور ان کی اولادیں تجھے کسی وہم میں مبتلا نہ کر دیں۔ تجھے پریشان نہ کر دیں کہ ان کو اتنا ملا ہے۔ کیوں ملا ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ چاہتا کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے ؟ تو دیکھتا نہیں کہ مال اور اولاد دے کے دنیا میں بھی اللہ ان کو انہی چیزوں کے ذریعے عذاب دیتا ہے، تمہیں وہ نظر نہیں آتا، ان کے دماغ، ان کے دل اور ان کے جسم اس عذاب کو محسوس کرتے ہیں۔ ان پر بے یقینی اور بے سکونی کا عذاب ہے۔ جیسا کہ نبی محترم ﷺ نے حدیث میں فرمایا، ترمذی میں حدیث آتی ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس شخص پر ہر وقت دنیا کی اور دنیا کے مال کی فکر سوار رہتی ہے۔ اس کی زندگی کئی الجھنوں کا شکار ہو جاتی ہے۔ پریشانیوں کا شکار ہو جاتی ہے اور جسے آخرت کی فکر زیادہ ہے، اللہ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے۔ بظاہر وہ غنی نہیں ہے، مالدار نہیں ہے مگر اس کا دل غنی ہو جاتا ہے۔ وہ قناعت کرتا ہے، صبر کرتا ہے اور مالدار سے زیادہ بہتر اور اطمینان والی زندگی بسر کرتا ہے۔ خوش بختی کو، اطمینان کو، سعادت کو، خوشی کو، روپے سے، ڈالر سے، ریال سے یا پاؤنڈ سے خریدا نہیں جا سکتا اور حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ اللہ کی عطا ہے اور اس کے حاصل کرنے کے، اللہ سے اسے لینے کے ذریعے مختلف ہیں، جن کا میں آج ذکر کروں گا۔

کچھ لوگ علم اور سائنس کو ، زندگی کی کامیابی یا اطمینان اور خوشی کی دلیل اور چابی سمجھتے ہیں۔ علم ہمارے دماغ میں پیدا ہونے والے کائنات کے بارے میں، انسان کے بارے میں، مختلف سوالوں کے جواب دیتا ہے۔ سائنس ہمارے لیے زندگی کی کئی سہولتیں پیدا کرتی ہے۔ یہ بجلی، یہ پنکھے، یہ اے سی اور یہ فریج اور یہ ساری چیزیں۔ سائنسی ایجادات زندگی میں کچھ نہ کچھ تو سکون پیدا کرتی ہیں لیکن انہی چیزوں کو سکون کا اور مکمل سکون کا ذریعہ سمجھ لینا غلطی ہے۔ جرمن مفکر نطشے نے کہا تھا کہ علم یا سائنس ایک پردہ کھولتی ہے۔ کچھ معلومات ہمیں زندگی اور کائنات کے بارے میں دے دیتی ہے۔ جس کے آگے کئی اور پردے حائل ہو جاتے ہیں۔ کئی سوالوں کے جواب پھر اس کے پاس نہیں ہوتے اور ایک علمی یا سائنسی ترقی کے نتیجے میں زندگی باسہولت بنتی ہے تو ساتھ تکلیفوں اور مصیبتوں کے کئی راستے بھی کھل جاتے ہیں۔

ایک بیماری کا علاج دریافت ہوتا ہے تو دس بیماریاں اور سامنے آ جاتی ہیں۔ سائنس نے زندگی کو تیز رفتار بنا دیا۔ یہ گاڑیاں، ٹرینز، کاریں اور جہاز، جنہوں نے سفر کو آسان کر کے زندگی کو آسان کر دیا لیکن یہی چیزیں حادثات کا بڑا ذریعہ بھی بنتی ہے۔ انہی سے بہت زیادہ موتیں بھی ہوتی ہیں، انہی سے لوگ زخمی بھی ہوتے ہیں۔ انہی سے لوگ زندگیاں کھو دیتے ہیں تو اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ سائنسی اور علمی ترقی میں مزے ہی مزے ہیں، آرام ہی آرام ہے، تو یہ غلط بات ہے ۔ سب ملی جلی چیزیں ہیں۔ مکمل اطمینان اور سکون کا ذریعہ نہیں ہے۔

میں اولاد کی بات کر رہا تھا، اولاد سے بھی بہت سی توقعات وابستہ ہو جاتی ہیں۔ بے اولاد الگ اپنے غم میں ہوتا ہے کہ بچوں کی رونق اس کے گھر میں نہیں آئی، اسے اولاد نہیں ملی، لیکن جس کو ملتی ہے، کیا وہ پریشانیوں سے آزاد ہو جاتا ہے؟ یا اس کی پریشانیاں بڑھ جاتی ہیں؟ ان کے لیے کمانا، ان کے لیے روٹی، کپڑا اور دیگر ضروریات مہیا کرنا۔ ان کی بیماری اور مشکلات کو دیکھنا اور برداشت کرنا۔ خدانخواستہ اگر ان میں سے کوئی گستاخ یا نافرمان نکل آئے تو اس کا ایک الگ غم ہے۔ اس کا ایک الگ صدمہ ہے۔ مشہور انگریزی مصنف، شاعر ڈرامہ نویس شیکسپیئر نے کہا تھا کہ نافرمان بیٹا جب ڈستا ہے تو اس کا زہر، زہریلے ناگ سے زیادہ تکلیف دیتا ہے۔ قرآن نے کہا:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ﴾ (سورة آل عمران: 14)

قرآن نے دنیا کی کچھ چیزوں کو گنوایا، سب سے پہلے عورتیں، پھر بیٹے اور بتایا کہ ان میں لوگوں کے لیے بڑی کشش ہے، لیکن یہ کشش ہمیشہ اور ہر وقت اور ہر جگہ ان کی زندگی کو کامیاب، بامراد یا پرسکون نہیں بناتی۔ ایک عربی قول میں نے ذکر کیا تھا کہ اولاد کی نافرمانی، گستاخی اور ان کی طرف سے آنے والی پریشانی دیکھ کر اس نے اپنے تجربے کی روشنی میں کہا تھا کہ خوش قسمت اولاد والا نہیں، بے اولاد ہے۔

پھر اقتدار کو لے لیجئے، کوئی بڑا منصب یا عہدہ ہو، اس عہدے سے ملنے والے اختیار اور عزت کے پیچھے لوگ بھاگتے ہیں۔ اللہ دے دے تو اس کی عطا ہے، لیکن لوگ اس کے پیچھے بھاگتے ہیں اور اس کے لیے ہر پاپڑ بیلتے ہیں، ہر جائز وناجائز کوشش کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اقتدار ہو گا، منصب ہو گا، تو لوگ

عزت کی نگاہ سے دیکھیں گے، اختیار مزے سے استعمال کریں گے، دوسروں پر حکم چلائیں گے لیکن کیا حکومت؟ کیا اقتدار؟ کیا بادشاہت؟ کیا حاکمیت حقیقی، مکمل اور صحیح معنوں میں اطمینان کا سبب بنتی ہے؟ نہیں بنتی! اگر بنتی تو اس طرح کے محاورے نہ ہوتے، یہ محاورے کسی بھی زبان میں ایسے ہی نہیں بنتے، یہ لمبے تجربات کے بعد بہت سے لوگوں کے تجربات کے بعد بنتے ہیں۔ محاوروں میں بڑی معنویت ہوتی ہے اور یہ سینکڑوں سال کے تجربات کا نچوڑ ہوتے ہیں۔ انگریزی میں اقتدار کے حوالے سے ایک محاورہ ہے، دوسری زبانوں میں بھی ہیں، لیکن انگریزی میں مؤثر الفاظ میں محاورہ ہے کہ Uneasy lies the head that wears a crown

جس سر پر تاج ہوتا ہے، وہ آرام سے نہیں سوتا۔ اسے آرام کی نیند نہیں آتی۔ اسے سکون کی نیند نہیں آتی۔ اس کی زندگی میں اس طرح کا مکمل سکون نہیں ہوتا اور اس کے بہت سے ثبوت تاریخ میں موجود ہیں۔ نپولین بہت بڑا بادشاہ اور بہت بڑا فاتح تھا، جس نے آدھی دنیا فتح کی۔ انجام کیا تھا؟ ایک چھوٹے سے جزیرے میں قید تنہائی میں دن گزارے اور وہیں مرا اور پھر مرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں دنیا میں دو چیزوں کی تلاش میں رہا، میں دو چیزوں کا بھوکا تھا، ایک یہ کہ دنیا میں سچی محبت مل جائے اور دوسری یہ کہ حکومت مل جائے۔ سچی محبت ملی نہیں، حکومت ملی، اس نے بھی وفا نہیں کی۔ تو یہ اس کی بات تھی۔

ہارون الرشید مسلمانوں کی تاریخ میں زبردست حکمران تھا، وسیع سلطنت، بھرپور خزانے، دنیاوی اور علمی ترقی بھی عروج پر۔ دور دور تک اس کا اقتدار پھیلا ہوا تھا لیکن اپنی اس شاہانہ اور ظاہری طور پر کامیاب اور پر سکون زندگی پر اس کا تبصرہ کیا تھا؟ آخر وقت میں اس نے کیا کہا؟ اس نے کہا کہ میں نے مجموعی طور پر ایک فکر مند اور مغموم زندگی بسر کی۔ لوگو! گواہ رہنا، صرف ایک سرمایہ ہے، میرے پاس، یہ کہ میں اللہ رسول کو ماننے والا ہوں۔ میں اللہ کے حق ہونے کی گواہی دے کر دنیا سے جانا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ میرے پاس کچھ نہیں۔ یہ سب کچھ یہیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، ساتھ صرف ایمان لے کر جا رہا ہوں۔

عبدالملک بنو امیہ، یعنی اموی خاندان کا ایک بااقتدار اور مقتدر حکمران تھا۔ اس نے بھی آخری وقت میں کہا کہ دور سے بادشاہت کے مزے دیکھ کر میری بھی بڑی خواہش تھی کہ بادشاہ اور حکمران بنوں، مگر مجھے دھوکہ ہوا۔ بادشاہت ملی تو پتہ چلا کہ اس میں مسائل زیادہ ہیں، پریشانیاں زیادہ ہیں، فکریں زیادہ ہیں، مزے کم ہیں۔ تو مال اور منصب ہو، اقتدار ہو، بادشاہت ہو، حاکمیت ہو، اولاد ہو، علم ہو، ترقی ہو، اس نوع کی جو بھی سہولتیں ہوں لیکن یہ پُرسکون زندگی کے لیے حقیقی ضامن نہیں ہے۔

حسرتوں کا مزار ہے دنیا
کارواں کا غبار ہے دنیا
داغ سے کوئی دل نہیں خالی
کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا؟
گرچہ ظاہر میں صورت گل ہے
حقیقت میں خار ہے دنیا

پھر کیا چیز ہے یا کیا چیزیں ہیں، جو پرسکون زندگی کی حقیقی ضامن ہیں، جو زندگی کو کامیاب اور پرسکون بنانے والی ہیں؟ دو چیزیں تو آپ کے سامنے آگئیں، باقی ان کی تفصیل ہے۔ اصل چیز تو قرآن نے بتادی۔ فرمایا:﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ﴾ (سورة یونس: 63)

ایمان اور تقویٰ زندگی کو کامیاب بھی کرتے ہیں اور زندگی کو پُرسکون بھی بناتے ہیں۔ اس کی آگے پھر کچھ شاخیں اور تقاضے ہیں، ایمان کے یا تقویٰ کے۔ ان میں نمایاں کیا ہے؟

﴿أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (سورة الرعد: 28)

کان کھول کر سن لو! اطمینان حاصل ہوتا ہے تو اللہ کے ذکر سے۔ یہ بات ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جنہوں نے سمجھی، وہ جانتے ہیں۔ یہ ذکر اس کے تقاضوں اور آداب کے مطابق، توجہ اور لگن سے کیا جائے تو یہ دل کو اطمینان سے بھرتا ہے۔ پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ ذکر میں سب چیزیں آجاتی ہیں۔ قرآن کی تلاوت بھی ذکر ہے۔ قرآن سے دل لگاؤ۔ قرآن کو اپنی زندگی کا نسخۂ شفا بناؤ، یہ شفا ہے۔ قرآن نے خود کہا:

﴿وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ (سورة یونس: 57)

”بے شک قرآن مؤمنوں کے لیے شفا بھی ہے، ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی ہے۔“

نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا ہے۔ اسمائے حسنیٰ کا، اسماء الٰہیہ کا واسطہ اور حوالہ دے کر آپ اللہ سے عرض و گزارش کرتے ہیں۔

«أَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِيعَ قَلْبِي، وَنُورَ صَدْرِي، وَجِلَاءَ حُزْنِي، وَذَهَابَ هَمِّي» (صحیح ابن حبان:972)

یا اللہ! قرآن کو میرے دل کی بہار بنا دے۔ ہم نے اسے بہار بنانا سیکھا نہیں ہے۔ قرآن کو میرے دل کی بہار بنادے اور اس قرآن کو میرے غم کو دور کرنے کا ذریعہ بنادے اور میری فکر، میری پریشانیاں، میری مصیبتیں، میری سوچیں، ان کو دور کرنے کا اس کو ذریعہ بنادے۔ آپ بھی یہ دعا کیا کریں، عربی الفاظ نہیں جانتے تو اپنی زبان میں کریں اور پھر صرف دعا نہیں کریں۔ قرآن کے ساتھ دل لگائیں۔ یہ آپ کے دل کو لگائے گا۔ آپ قرآن کے ساتھ دل لگائیں آپ

کا دل قرآن لگائے گا۔ دنیا کی پریشانیوں سے ہٹائے گا۔

پھر ذکر کے دوسرے طریقے ہیں، بہت کچھ حدیث میں بتایا گیا ہے، جو مسنون ہیں:

سُبْحَانِ اللهِ، اَلْـحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، اَللهُ أَكْبَرُ الگ الگ ان کو پڑھنا یا اکٹھا پڑھنا۔ سُبْحَانِ اللهِ، اَلْـحَمْدُ لِلَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، اَللهُ أَكْبَرُ پھر درود شریف ہے، استغفار ہے، درود شریف جس کے بارے میں نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: ایک مرتبہ اللہ سے میرے لیے رحمت مانگو گے تو اللہ تمہیں دس رحمتوں سے نوازے گا۔

بظاہر یہ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے مزید رحمت اور مزید درجات کی دعا ہے لیکن اس کا فائدہ ہمیں لوٹ کر پہنچتا ہے۔ استغفار جس کے بارے میں آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: میں آج اس دنیا میں اس شخص کو خوشخبری دینا چاہتا ہوں۔ جس کے نامۂ اعمال میں کل کثرت سے اَسْتَغْفِرُ اللهُ، اَسْتَغْفِرُ اللهُ، اَسْتَغْفِرُ اللهُ لکھا ہوا ملے گا۔ لمبے صیغے، لمبی دعائیں، استغفار کے نہیں پڑھ سکتے تو اَسْتَغْفِرُ اللهُ، اَسْتَغْفِرُ اللهُ، اَسْتَغْفِرُ اللهُ رَبِّی، اَسْتَغْفِرُ اللهُ جو بھی پڑھیں، ٹھیک ہے مگر استغفار بکثرت کریں۔ استغفار دل کو دھوتا ہے، پریشانیوں کو دور کرتا ہے۔ کئی مصیبتوں کا علاج ہے۔ فرمایا:﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ﴾ (سورۃالنوح:10)

حضرت نوح علیہ السلام سے یہ بات چلی آ رہی ہے۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ استغفار کرو۔ پھر فرمایا:﴿إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا﴾ (سورة النوح: 10) وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور﴿يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا﴾ (سورة النوح: 11) استغفار کی برکت سے تمہیں بارش اور پیداوار ملے گی۔

اور﴿وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ﴾ (سورة النوح: 12)

دنیا کا مال جس کے لیے ترستے ہو، بھاگے پھرتے ہو اور اولاد استغفار سے ملے گی۔

﴿وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا﴾ (سورة النوح: 12)

باغات پھلیں پھولیں گے۔ پیداوار کثرت سے ہوگی، رونقیں ہوں گی، مزے ہوں گے۔ استغفار بھی بڑی قوت ہے، بڑی دولت ہے۔ بخاری کی ایک حدیث ہے، فرمایا:«ذَكَرَ اللَّهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ » (صحیح بخاري:660)

ذکر کسی قسم کا بھی ہو، مسنون دعا یا تلاوت ہو یا استغفار ہو یا درود ہو ، اس کو کبھی الگ بیٹھ کر وقت نکال کر اور دنیا کی مصروفیات سے تنہائی میں جا کر بھی کرنا چاہیے۔اس سے ہوتا کیا ہے؟ مؤمن اللہ کا ذکر الگ ہو کے کر رہا ہے، اپنی تقصیروں اور گناہوں کو یاد کر کے یا اللہ کی عظمت کو اور اس کی خوبیوں اور صفات کو یاد کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ذکر سے حاصل ہونے والا اطمینان اور سکون الگ اور پھر یہ کہ یہ آنسو اس کے گناہوں کو دھو دیں گے اور اسے قیامت کے دن جب سوائے سایہ عرش کے کوئی سایہ نہیں ہوگا، تو اللہ تعالیٰ اسے بلا کر اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا اور کیا چاہیے؟ جنت تو خود مل رہی ہے اور مزید ان چیزوں کے ساتھ اطمینان چاہتے ہو، تو دنیا اور دنیا کی زندگی میں جو اللہ کی طرف سے ملا ہے، اس پر اس کا شکر کرو۔ ٹھیک ہے کہ مزید کے لیے کوشش کرو، تم آزاد ہو، یہ جائز ہے لیکن جو ملا ہے اس پر شکر کرو اور اس کے اندر رہنا سیکھو۔

مذہب اسلام امن عالم کا ضامن

مذہب نہیں سکھاتا دہشت گری کوئی بھی
ظلم وستم شقاوت وحشت ہر اک طرح کی
ہر اک دیں ہے کرتا پرچار آشتی کا
الفت، اخوت، اُنس اور پیار اور دوستی کا
اسلام ہی تو پہلا اور آخری ہے مذہب
ہے اس لئے یقینی یہ عالمی ہے مذہب
اسلام کے ہیں معنی امن و سلامتی کے
یعنی کے عافیت اور چین اور سمپتھی کے
کرتے ہیں مہربانی دشمن پہ بھی مسلمان
بوڑھوں پہ عورتوں پہ بچوں پہ اہل ایماں
انسانوں سے ہیں کرتے ہر ایک خیر مسلم
فرق ان میں کچھ نہ دیکھیں مسلم کہ غیر مسلم
حیوانوں پر ہیں کرتے رحم و کرم مسلماں
پھولوں، پھلوں، درختوں کا حفظ ان کا ایماں
'سوئی سائڈ' جو کرے وہ بیشک نہیں ہے مسلم
ناحق کسی کو مارے لا ریب ہے وہ مجرم

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب ڈڈلی

☆☆☆

انتقال پر ملال!

گزشتہ دنوں برمنگھم کے جناب ناصر محمود چوہدری کے چچا جناب محمد شاہین 68 سال کی عمر میں میرپور آزاد کشمیر میں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

مرحوم پابند صوم و صلاۃ تھے اور اچھے اخلاق سے متصف تھے، پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ سات بچے سوگوار ہیں ۔ چوہدری عبد القدیر سابق کونسلر محمد ادریس، جناب محمود حسین، حاجی اللہ دتہ، محمد سلیمان جوہدری، قاری ابوحمزہ مدنی، محمد شبیر چوہدری، بریڈ فورڈ، قاری حفیظ الرحمن، مولانا محمد عبد الہادی العمری، جناب محمد نسیم چوہدری اور برطانیہ کے طول و عرض سے سینکڑوں اقارب واحباب نے مسجد محمدی الم راک برمنگھم میں جناب ناصر محمود چوھدری سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعا کی ہے کہ اللہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل بخشے۔ آمین

جو شاخ دفن ہوئی تب کھلا ہے پھول اُس پر
کہ پہلے موت ہوئی بعد میں شباب آیا!

ڈاکٹر عبد الرب ثاقب ڈڈلی



کتاب الصلاۃ۔ نماز عیدین سے متعلق

عَنْ أم عطية رضي الله عَنْها قَالت : «أَمَرَنَا - تَعَنْي النبيَّ ﷺ - أَنْ نُخْرِجَ فِي الْعِيدَيْنِ الْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ، وَأَمَرَ الْحُيَّضَ أَنْ يَعْتَزِلْنَ مُصَلَّى الْمُسْلِمِينَ». وفي لفظٍ : «كُنَّا نُؤْمَرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا، وحَتَّى نُخْرِجَ الْحُيَّضَ، فَيَكُنَّ خَلف النَّاس، فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيرِهِمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ، يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهُ».

(رواه البخاري، كتاب الصلاة، باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين، ويعتزلن المصلى، برقم 324، وباب وجوب الصلاة في الثياب، برقم 351، ومسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين إلى المصلى وشهود الخطبة، مفارقات للرجال، بلفظه، برقم 890. رواه البخاري، كتاب العيدين، باب التكبير أيام منى، وإذا غدا إلى عرفة، برقم 971، بلفظه، ومسلم، كتاب صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين، برقم 11-(890)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ہم عیدین میں جوان لڑکیاں اور پردہ دار خواتین کو لے کر نکلیں اور حیض والی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کی نماز پڑھنے والی جگہ سے الگ رہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نکلیں یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں پردے کے ساتھ نکلیں۔ یہاں تک حائضہ عورتوں کو بھی عید گاہ میں باہر نکال لائیں۔ وہ ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں، ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اور اس دن کی برکت اور پاکیزگی کی امید رکھیں۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1-أَمَرَنَا : آپ نے ہمیں حکم دیا۔

2-الْعَوَاتِقَ : دوشیزائیں۔ نوجوان۔

3-ذَوَاتِ الْخُدُورِ : پردہ دار۔

4-الْحُيَّضَ : حائضہ عورتیں۔

5-يَعْتَزِلْنَ : الگ رہیں۔

6-مُصَلَّى : نماز پڑھنے کی جگہ۔

7-اَلْبِكْرُ : کنواری۔

8-يُكَبِّرْنَ : وہ عورتیں تکبیر کہیں۔

9-يَرْجُوْنَ : امید رکھیں۔

10-بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ: اس دن کی برکت۔

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔ نماز عید کی اہمیت اور فضیلت جس میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی بھرپور شمولیت کا حکم دیا گیا۔

2۔ حائضہ عورتیں نماز والی جگہ سے الگ بیٹھیں اور وہ دعا میں شرکت کریں ذکر اذکار کریں اور وعظ و نصیحت سنیں۔

3۔ عید گاہ کا آبادی سے باہر ہونا افضل ہے اس میں اسلام کی شان و شوکت زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔

4۔ حائضہ وغیرہ عورت کے لئے کسی بھی وقت دعائیں کرنا اور ذکر الٰہی کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

5۔ عیدین میں تکبیرات آنے جانے والے راستوں میں کہنی مسنون ہیں البتہ خواتین آہستہ آواز میں کہیں گی اور مرد بلند آواز سے۔

6۔ عید کا دن برکتوں سے بھرپور ہے اور گناہوں کی معافی کا دن ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ خواتین بھی اس دن کی برکت اور طہارت کی امید رکھیں۔

7۔ عید گاہ میں خواتین کی جگہ مردوں سے الگ ہونی چاہیے اور اگر مردوں سے پیچھے ہو تو زیادہ افضل ہے۔

8۔ عورتیں جب بھی گھر سے باہر نکلیں با پردہ ہو کر نکلیں حتی کہ نماز، جمعہ اور عیدین کے لیے بھی۔

9۔ صحابہ کرام جب یہ کہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا تو اس سے مراد نبی کریم ﷺ کا حکم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں بھی ذکر ہے۔

10۔ نماز بغیر کپڑوں کے نہیں ہوتی ہے مرد و خواتین کے لیے ضروری کپڑے پہننا واجب ہے۔ پاس نہ ہوں تو کسی سے مانگ لیں۔

نماز خسوف؛ سورج اور چاند گرہن کی نماز

حدیث نمبر:143

عَنْ عائشة رضي الله عَنْها ، «أَنَّ الشَّمْسَ خَسَفَتْ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، فَبَعَثَ مُنَادِياً يُنَادِي : الصَّلاةَ جَامِعَةً، فَاجْتَمَعُوا، وَتَقَدَّمَ فَكَبَّرَ، وَصَلَّى أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فِي رَكْعَتَيْنِ وَأَرْبَعَ سَجَدَاتٍ». (رواه البخاري، كتاب الكسوف، باب الجهر بالقراءة في

الكسوف، برقم 1066، وقد أخرجه في ثلاثة عشر موضعاً، أطرافها مع الحديث رقم 1044، ومسلم، كتاب الكسوف، باب صلاة الكسوف، برقم 901)

حدیث مبارکہ کا سلیس ترجمہ

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے بیان کیا نبی کریم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو آپ ﷺ نے ایک آدمی کو یہ اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ نماز ہونے والی ہے پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں چار رکوع اور چار سجدوں کے ساتھ پڑھیں۔

حدیث مبارکہ کے بعض الفاظ کے معانی

1-خَسَفَتْ :سورج کو گرہن لگا۔

2-عَهْدِ :زمانہ۔

3-بَعَثَ :آپ ﷺ نے بھیجا۔

4-مُنَادِياً :اعلان کرنے والا۔

5-اجْتَمَعُوا:اکٹھے ہوئے۔

6- تَقَدمَ:آپ آگے بڑھے۔

7-كَبَّرَ :آپ ﷺ نے اللہ اکبر (تکبیر تحریمہ) کہا

8-صَلى:نماز پڑھی/پڑھائی

9-أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ :چار رکوع۔

10-أَرْبَعَ سَجَدَاتٍ:چار سجدے

حدیث مبارکہ سے حاصل ہونے والے بعض مسائل اور احکام

1۔سورج یا چاند گرہن لگنا نحوست نہیں ہے جیسا کہ بعض جہلاء خیال کرتے ہیں۔

2۔سورج گرہن لگے تو نماز پڑھنا سنت ہے اس نماز کو نماز خسوف کہتے ہیں۔

3۔سورج یا چاند کو جب گرہن لگے تو نماز کا اہتمام کرنا چاہیے اس نماز کے لیے الصلاۃ جامعۃ کے ساتھ اعلان کرنا کرانا مسنون ہے۔

4۔سورج یا چاند گرہن کی نماز کے لیے اذان نہیں ہے۔

5۔سورج گرہن کی دو رکعت مسنون ہیں، اور اس کی ہر رکعت میں دو رکوع، دو قیام اور دو سجدے مسنون ہیں۔ جبکہ چاند گرہن کی نماز کی ہر رکعت میں ایک قیام، ایک رکوع اور دو سجدے ہیں۔ بعض لوگ سورج گرہن کی نماز کی ایک رکعت میں دو رکوع اور دو قیام کو صحیح نہیں سمجھتے ہیں جبکہ اس کا سنت ہونا بخاری و مسلم کی صریح احادیث سے ثابت ہے۔

6۔سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز کے بعد خطبہ بھی مسنون ہے۔ اور ان لوگوں کا قول درست نہیں ہے جو اس خطبہ کو درست نہیں سمجھتے ہیں۔

☆☆☆

دعا

جمال عاجزی کیا ہے؟ دعا ہے
کمال بندگی کیا ہے؟ دعا ہے
فضا معمور ہے جس سے حرم کی
وہ حرف سرمدی کیا ہے؟ دعا ہے
حرا میں ، ثور میں ، بدر و اُحد میں
مناجات نبیؐ کیا ہے؟ دعا ہے
دم عیسٰی ہے بیماروں کے حق میں
دوا سب سے بڑی کیا ہے؟ دعا ہے
عمل مشروط ہے پختہ یقیں سے
یقیں کی پختگی کیا ہے؟ دعا ہے
بنا ایمان کی صبر و رضا پر
حقیقت صبر کی کیا ہے؟ دعا ہے
سوئے افلاک جو اُٹھتی ہے میری
نگاہ ملتجی کیا ہے؟ دعا ہے
زباں خاموش ہے ، پھیلا ہے دامن
یہ چشم شبنمی کیا ہے؟ دعا ہے
تہ دل سے سر عرش معلی
لپکتی دوڑتی کیا ہے؟ دعا ہے
چراغ امید کا کس سے ہے روشن
دلوں کی روشنی کیا ہے؟ دعا ہے
فقیر بےنوا کو بھی جہاں میں
جو کرتی ہے غنی کیا ہے؟ دعا ہے
پروتی ہے دلوں کے موتیوں کو
محبت کی لڑی کیا ہے؟ دعا ہے
بناتی ہے جو ناممکن کو ممکن
وہ جادو کی چھڑی کیا ہے؟ دعا ہے
دعا میں دوسروں کو یاد رکھو
بقائے دوستی کیا ہے؟ دعا ہے
وہ داتا ہے ، عطا ہے کام اس کا
بساط آدمی کیا ہے؟ دعا ہے
پسند اس کو ہے میری آہ وزاری
متاع بے کسی کیا ہے؟ دعا ہے
ہے دم میں دم تو لب پر ہے یہ جاری
نشان زندگی کیا ہے؟ دعا ہے
جو رہتا ہے پس مردن بھی قائم
وہ ربط آخری کیا ہے؟ دعا ہے
جو ہو توفیق تو دشمن کو بھی دو
علاج دشمنی کیا ہے؟ دعا ہے
گھٹن مایوسیوں کی جان لیوا
گھٹن میں تازگی کیا ہے؟ دعا ہے
سخی دیتا ہے اس کو مال و دولت
عطا مسکین کی کیا ہے؟ دعا ہے
قبولیت پہ سب قدرت ہے اس کی
ہماری تن دہی کیا ہے؟ دعا ہے
جواب اس کا ہے رحمت کی گھٹائیں
سوال آدمی کیا ہے؟ دعا ہے
مرا ورثہ بزرگوں کی دعائیں
متاع زندگی کیا ہے؟ دعا ہے
سخن میرا دعاؤں کا نتیجہ
خیال مرکزی کیا ہے؟ دعا ہے
لٹائے جاؤ عارف یہ خزانہ
نہ ہو جس میں کمی کیا ہے؟ دعا ہے

خواجہ محمد عارف برمنگھم



کرامات صحابہ واولیاء

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اولیاء اللہ کی کرامتیں

(قسط28)

ڈاکٹر عبدالرب ثاقب ڈڈلی

الحمد للہ مجھے یورپ کی سرحد اور یوکرین سے متصل فن لینڈ جانے اور وہاں سے سمندر پار ریاست استونیا ESTONIA پہنچنے کا اتفاق ہوا، جو اس وقت یونین رشیا سے آزاد ہونے والی ایک ریاست ہے۔ اس کے نام سے بھی کم ہی لوگ واقف ہیں۔ ریاست بھر میں پائی جانے والی اکلوتی مسجد میں جب قدم رکھا تو اس وقت مرد درویش کی نصیحت بہت یاد آئی۔ اگر چہ کہ اس سے پہلے کئی بار اس نصیحت کے مضمرات ذہن کو کریدتے رہے کہ مجھے یہ نصیحت کیوں کی گئی تھی۔ ہمارے ہاں کشف و کرامات کی باتیں کم ہوتی ہیں۔ اس میں رطب ویابس کی اتنی بھرمار ہے کہ ان باتوں کی طرف طبیعت آسانی سے مائل نہیں ہوتی لیکن رویائے صالحہ، الہامی نوعیت کے اشاروں اور مردم شناسی کی صلاحیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ہمارے استاذ گرامی نمونہ سلف مولانا عبدالسبحان اعظمی عمری، جن کی وضع قطع اور چال ڈھال سے اسلاف کی جھلک نمایاں تھی، شیخ الحدیث مولانا نعمان اعظمی کے دوسرے فرزند تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں شمالی ہند مئو سے عمر آباد تشریف لائے۔ دار السلام سے سند فضیلت اور مدراس یونی ورسٹی سے مختلف امتحانات پاس کر کے جامعہ ہی میں مدرس متعین ہوئے۔ 80 برس کی عمر میں وفات پائی، اور اسی قریے میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں مدفون ہیں۔ سچ فرمایا: مولانا کے بھائی مولانا حبیب الرحمن زاہد اعظمی عمری نے:

یہ وہ زمیں ہے کہ آغوشِ خاک میں جس کی
مرے بزرگ، مرے مہربان سوتے ہیں
ہیں اس کی خاک میں مدفون عظمتوں کے منار
یہ وہ زمیں ہے، جہاں آسمان سوتے ہیں

شیخ الحدیث مولانا ابوالوفاء محمد نعمان اعظمی نے فاضل جلیل استاذ کبیر شیخ الکل علامہ سید نذیر حسین محدث دہلوی (وفات 1902ء) سے شرف تلمذ پایا اور اجازۂ حدیث حاصل کی تھی محدث دہلوی کے حلقہ درس میں شمولیت بجائے خود ایک اعزاز تھا، علمائے اجلہ اور دانش وران ملت بشمول مولانا ابوالکلام آزاد (وفات: 1958ء) نے محدث دہلوی کی عظمت اور علمی مرتبہ کا اعتراف کیا ہے۔ مولانا عبدالسبحان اعظمی پر (جنھوں نے ایک مختصر مدت مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی میں تعلیم حاصل کی تھی) پدری اثرات غالب تھے۔ آپ کا ذوق عبادت زبان زد خاص و عام تھا۔ اگر صحت ساتھ دیتی تو مسجد میں سب سے پہلے داخل ہوتے اور عموماً سب کے آخر میں نکلتے۔ فرمان رسول ﷺ: «ورجل قلبه معلق بالمسجد» کی عملی تصویر تھے۔ ذکر واذکار کا اہتمام نہ صرف خود کرتے، اپنے شاگردوں کو بھی تلقین کیا کرتے، بلکہ فضلائے جامعہ کو جو زمانہ طالب علمی سے نکل کر کاروان زندگی کے دھارے میں شامل ہو چکے، جو صاحب اولاد اور گردشِ لیل و نہار میں مصروف ہیں، انہیں بھی خط و کتابت میں تذکیر فرمایا کرتے کہ "نہ چھوٹے زندگی میں تجھ سے آداب سحر خیزی" اور لذت اذکار۔

سال 1977ء تھا کہ جامعہ میں جشن طلائی کی تیاریاں عروج پر تھیں۔ مولانا ان تیاریوں کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے شاگردوں کو خاص وظائف و اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کرنے کی تاکید کیا کرتے کہ ظاہری کوششوں اور تدبیروں کے ساتھ ساتھ مسبب الاسباب کی طرف توجہ رکھیے کہ حقیقی کامیابی اسی وحدہ لاشریک کی توفیق سے ممکن ہے۔ بلاشبہ اس تاریخی جشن تعلیمی کی کامیابی ٹھوس منصوبہ بندی اور جہد مسلسل کے ساتھ دعاؤں اور انابت الی اللہ ہی کا نتیجہ رہی ہے۔ ورنہ عمر آباد جیسے قریے میں اس عالمی نوعیت کے پروگرام کا انعقاد محال تھا۔

مولانا کے ذمے حدیث کی مختلف کتابوں کی تدریس تھی۔ آخری سال کے طلبہ کو صحیح مسلم پڑھاتے تھے۔ یہ بھی حسنِ اتفاق ہے کہ مولانا کے والد گرامی شیخ الحدیث محمد نعمان اعظمی بھی صحیح مسلم پڑھاتے رہے، اور ان کے فرزند شیخ انیس الرحمن اعظمی عمری بھی عرصے تک یہی کتاب پڑھاتے رہے، اور اب مولانا عبدالسبحان اعظمی کے پوتے دکتور محمد الیاس اعظمی عمری بھی یہی فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ رب العالمین کی توفیق ہی سے ممکن ہے کہ ایک مشہور درس گاہ میں چار نسلوں تک حدیث کی اس اہم کتاب کی تدریس ایک ہی خاندان کی چار نسلوں میں جاری ہے۔ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

مولانائے محترم اپنے شاگردوں کو خارجی اوقات میں مختلف کتابوں کے مطالعے کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ نہیں معلوم یہ کوئی غیبی اشارہ تھا یا مولانا کی چھٹی حِس کہ مجھے ایک کتاب کے مطالعے کا حکم دیا "زوال روما۔ "میں نہیں جانتا کہ طلبہ کے ہجوم میں مجھے اس کتاب کے مطالعے کا حکم کیوں دیا، جب کہ اس وقت ہماری جولان گاہ محدود سمٹی اور سکڑی ہوئی اتنی ہی تھی جیسے طالب علمانہ دور میں ہوسکتی ہے۔ اس وقت تو وہم

وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کبھی یورپ پہنچوں گا اور وہاں دعوتی اور تعلیمی خدمت کے مواقع میسر آئیں گے لیکن اللہ علیم وقدیر کی توفیق ہی سے یہ ممکن ہوا کہ یورپ پہنچا اور عام مقامات سے لے کر قصر شاہی بکنگھم پیلس میں جانے اور اصحاب حل وعقد کے ساتھ گفتگو کرنے کے مواقع ملتے رہے، واللہ الحمد۔

زمانہ قدیم میں روم جو کہ اٹلی کا دارالسلطنت ہے سارے یورپ کے لیے مستعمل تھا۔ رومن امپائر کی وسیع و عریض حکومت شان وسطوت کی علامت تھی۔ اسی اعتبار سے رومن تہذیب، رومن ثقافت عام اصطلاح تھی کہ محکوم قومیں حاکم قوتوں کی نقالی کرتی ہیں۔

کہاوت مشہور ہے: الناس علی دین ملوکھم۔ سورۂ روم کے شانِ نزول کے مطالعے سے اس کی حیثیت کو مزید سمجھا جاسکتا ہے۔ مولانا نے عمر لائبریری میں اس کتاب کی جگہ کی نشان دہی بھی کر دی کہ فلاں الماری کے فلاں شیلف میں یہ کتاب رکھی ہوگی۔ دراصل یہ کتاب ایڈورڈ گبن Edward Gibban کی مشہور کتاب "سقوط اور زوال روم" کا خلاصہ تھی۔

THE HISTORY OF THE DECLINE AND FALL OF THE ROMANEMPIRE

مختلف لوگوں نے اس کتاب کے ترجمے اور خلاصے تیار کیے۔ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ اس کے مترجم یا ملخص کون تھے، اور نہ ہی اس زمانے میں اس کی زیادہ اہمیت تھی۔ اس میں قوموں کے عروج و زوال کی داستان بیان کی گئی تھی، خصوصاً رومن امپائر کے زوال کے مختلف اسباب بیان کیے گئے تھے۔ دینی، سماجی تنظیمی، معاشی اور معاشرتی وغیرہ۔ گویا عروج کسی قوم کا پیدائشی حق نہیں اور پستی اور نکبت کسی کی دائمی قسمت نہیں۔ کامیابی اور ترقی کے لیے حالات کو سمجھتے ہوئے ذاتی یا شخصی مفادات سے بالا تر ہو کر درست وسائل بروئے کار لانا ضروری ہوتا ہے۔ اقبال کے بقول:

میں تجھ کو بتا تا ہوں تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

ہمارے استاذ محترم مولانا حفیظ الرحمن اعظمی عمری نے ایک مناسبت سے یہ شعر پڑھتے ہوئے کہا تھا کہ اقبال ایک شاعر ہی نہیں بڑے فلسفی بھی تھے۔ قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ انہوں نے اس ایک شعر میں سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔

اگر قومیں وقت کی رفتار کو نہ سمجھیں تو باہمی چپقلش، ریشہ دوانیاں، معاشی بحران اور نظم ونسق کی کمزوری ان کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ مجھے کئی بار دعوتی اور تعلیمی غرض سے اٹلی جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں ہم نے قدیم رومن تہذیب کے خدو خال بھی دیکھے اور سکڑی سمٹی ہوئی گلیاں بھی دیکھیں، جو آج بھی اپنے در ودیوار میں عظمت رفتہ کے نشانات چھپائے ہوئے ہیں، اور اٹلی کے جدید تیور بھی دیکھے، جس میں دین اور عقیدہ کو یومیہ زندگی سے الگ کرنے کی روش عام ہے، ایسے کہ گویا ملکوں کی ترقی کی راہ میں مذہبی دیواریں ہی حائل ہیں، اگر انہیں گرا دیا جائے تو شاید ترقی کا پہیہ تیزی کے ساتھ حرکت کرے گا، لیکن ان مذہبی دیواروں کو گرا کر بھی اٹلی کی معاشی کشتی سود کی تلاطم خیز موجوں اور گرداب سے نہیں نکل سکی۔

اس وقت اطالوی باشندوں کی اکثریت دین بیزار اور ملحدانہ نظریات کی حامل ہے، گو کہ کلچر کے طور پر نصرانیت کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرتے ہیں، جس کا مشاہدہ تہوار یا خصوصی موقعوں پر ہی ہوتا ہے، ورنہ یومیہ زندگی میں عوام کا کنیسا کے ساتھ تعلق نہیں ہے، حالاں کہ اٹلی کے دار السلطنت روم کا مضافاتی محلہ 'ویٹیکن' جسے ایک ریاست کا درجہ حاصل ہے، رومن کیتھولک (ایک عیسائی فرقہ) کا عالمی مرکز ہے اور اس کا دینی راہنما دنیا کے ایک ارب سے زیادہ نصرانیوں کا روحانی پیشوا سمجھا جاتا ہے، لیکن بڑی آبادی کا دین سے تعلق بہت ہی معمولی نوعیت کا رہ گیا ہے۔ نصرانیت اور کنیسا متعدد گھروندوں میں بکھر چکی ہے۔ بعض علاقوں میں جاری ان کے مابین خون ریز جھڑپیں اس کی واضح مثال ہے۔ چرچ آف انگلینڈ اور آئر لینڈ کے درمیان ہونے والی لڑائیوں سے دنیا واقف ہے، مگر نہایت چالاکی کے ساتھ اس مذہبی منافرت کو سیاسی اور ریاستی اختلافات کے دبیز پردوں میں ڈھانکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

ایک موقع پر مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ (وفات 2002ء) نے اپنے لیکچر کے بعد کسی سائل کی اس بے چینی کے جواب میں، کہ مسلمانوں میں بہت سے فرقے ہیں ان سے تنگ آکر لوگ عیسائیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں، فرمایا تھا:

"اگر اختلافات سے بچنے کے لیے کوئی نصرانیت کا رخ کرے تو اسے وہاں شدید مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا، کیوں کہ عیسائیوں میں مسلمانوں سے کہیں زیادہ فرقہ واریت کی تلخیاں پائی جاتی ہیں۔"

مذہبی منافرت کے علاوہ فرقہ وارانہ جھگڑے (Sectarian Conflicts) سائنسی تحقیقات اور علمی ترقی کے مقابلے میں کنیسا کا غیر منطقی کردار بھی ایک سبب ہے دین بیزاری کا، نتیجے میں کنیسا کے اثر ورسوخ کو ختم کر کے اسے چند مذہبی رسوم تک محدود کر دیا گیا۔ آج مغربی یورپ کی بڑی آبادی کا دین کے ساتھ تعلق برائے نام سارہ گیا ہے لیکن افسوس کہ مسلم دنیا بھی اسی غلطی کا شکار ہوئی۔ جدید ترقیاتی دور کا باریک بینی سے جائزہ لینے کی بجائے جذباتی قسم کی باتوں میں الجھتے نظر آتے ہیں، اور بعض رہ نما زمانے کی نبض سمجھے بغیر رائے زنی اور فتوی بازی میں عجلت

پسندی کا مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں، اور دوسری طرف ایک انتہا ان مرعوب ذہنوں کی ہے جن کا نعرہ ہی یہ ہے کہ ”چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔“ اپنی عقل اور فہم ہی کو انھوں نے حق و باطل کا پیمانہ قرار دے لیا۔ ان دو انتہاؤں کے درمیان ہر دور میں کچھ ایسی ہستیاں بھی ہیں جو متوازن انداز اپناتے دکھائی دیتی ہیں۔ انہوں نے اصول اور اساسیات دین پر قائم رہتے ہوئے جدید نافع سے استفادہ ضروری قرار دیا۔ اپنے افکار و آرا میں توازن برقرار رکھنے والا یہی طبقہ کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے، مگر اس راہ اعتدال کو اپنانے کے لیے علمی بصیرت کے ساتھ حالاتِ زمانہ سے واقفیت، دور اندیشی اور طبیعت میں تحمل و برداشت نہایت ضروری ہے۔

مشہور ائمہ اور فقہا رحمہم اللہ نے اس کا بہت پہلے اندازہ کرلیا تھا۔ امام مالک کا قول ہے:

"لن يصلح آخر هذه الأمة إلا بما صلح به أولها." (اقتضاء الصراط المستقیم شیخ الاسلام ابن تیمیۃ:2/762)

”یعنی متاخرین کی پریشانیوں کا حل متقدمین کی راہ کو اختیار کرنے میں ہے۔“

یہ دراصل میزان ہے اور اس کی روشنی میں اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے: ’مصالح مرسلہ‘ یعنی حالات زمانہ سے واقفیت اور حدود شریعت میں رہتے ہوئے لوگوں کی رہنمائی۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اسی اصول کے پیش نظر اپنی بعض قدیم آرا اور فتاویٰ کو بدل دیا۔ مشہور اصطلاح: الرأی القدیم اور الرأی الجدید لیکن بعد میں آنے والوں نے اس قاعدے کو برقرار رکھتے ہوئے اجتہاد و استنباط کی بجائے ان بزرگوں کے اقوال اور فتاوی ہی کو تقدس کا درجہ دے دیا کہ ان کے فرمودات سے سر مو تجاوز نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا نتیجہ واضح ہے کہ مساجد، جمعیات بلکہ مدارس دینیہ کی تقسیم اور باہمی خلفشار تاریخ کا ناخوش گوار باب بن گیا، اور گاہے گاہے آج بھی اس کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔

بات چل رہی تھی یورپ میں مذہب بیزاری کی لہر کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی شعائر اور دینی شخصیات کی بھی اکثر نصاریٰ کے ہاں اہمیت گھٹتی گئی۔ اگر کوئی لندن یا پیرس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کرے یا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بے توقیری کرے تو وہاں موجود مسلمانوں کو ان توہین آمیز جملوں کی جو تلخی اور ناگواری محسوس ہوتی ہے اس کا ادنی حصہ بھی اس مذہب کے مدعیوں کے ہاں دیکھنے میں نہیں آتا۔ اسی تناظر میں جب خاتم النبیین ﷺ کی شان میں بے ادبی کی جائے تو مسلمانوں میں پائی جانے والی بے چینی اور رنج و غم کا درست ادراک بھی ان مغربی باشندوں کی اکثریت کو نہیں ہوتا۔ لیکن مسلم سماج مختلف عملی کوتاہیوں کے باوجود جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف جذباتی نہیں دل و دماغ کے ساتھ والہانہ عقیدت کو جزو ایمان سمجھتا ہے، گو کہ عملی کمزوریوں سے انکار نہیں۔

بہر حال کتاب کے مندرجات سے بڑھ کر ذاتی مشاہدات اور تجربات ان قوموں کے اخلاقی زوال اور مادی غلبے کی شہادت کے لیے کافی ہے۔ جب استونیا کی مسجد میں قدم رکھا تو قلبی کیفیت آنسوؤں کی شکل میں نکلتی رہی، کہ کہاں دور افتادہ دیہات عمر آباد کا طالب علم اور کہاں سمندروں پار عمر ملک کی اکلوتی مسجد میں درس۔ یہ ریاست بھی دنیا کی ایک سوپر پاور کے تسلط سے آزاد ہوچکی ہے۔ جذبات کے ہیجان میں کیفیت کچھ ایسی تھی، گویا

کس بیم و رجا کے عالم میں طیبہ کی زیارت ہوتی ہے
ایک سمت شریعت ہوتی ہے، ایک سمت محبت ہوتی ہے

اس وقت استاذ گرامی کی نصیحت بہت یاد آئی.... اللّٰهُمَّ اغفر لهم وارحمهم وادخلهم في جنات النعيم کہ مجھے کتاب ”زوال روما“ کے مطالعہ کا مشورہ کیوں دیا گیا تھا!!!

☆☆☆

محترم قارئین کرام! آپ نے مولانا عبد السبحان اعظمی عمری پر مولانا محمد عبد الہادی العمری المدنی، صدر مجلس القضاء الاسلامی، برطانیہ کا ایمان افروز مضمون ملاحظہ فرمایا۔ مولانا عبد السبحان اعظمی صاحب جامعہ دار السلام عمر آباد کے نائب ناظم تھے، عموماً جامعہ کے داخلی معاملات سے نائب ناظم صاحب نپٹتے تھے اور خارجی معاملات سے ناظم جامعہ، اور ان دونوں شیوخ کرام کی کلاسیں بھی ایک ہی ساتھ تھیں، صرف باب الداخلہ اور اس کا راستہ ان دونوں جماعتوں کا فاصل تھا۔

چنانچہ ہم دیکھتے تھے کہ جب مولانا تدریس سے فارغ ہوتے تو وہ ناظم صاحب کی آفس میں پہنچ جاتے تھے، روزانہ جو استفتاء آتے تھے، ان کے جواب میں جو فتوے تیار ہوتے تھے، نائب ناظم صاحب ان کو دیکھ لیتے تاکہ کوئی غلطی کا امکان نہ رہ جائے اور ممکن ہے کہ نائب ناظم ہی اپنے ہاتھ سے وہ فتوے لکھ کر بھیجتے ہوں، کیونکہ مولانا اعظمی صاحب کی تحریر خوش خط تھی اور اسی طرح انتظامی امور میں مشورہ بھی کرلیتے ہوں گے۔ ان دونوں ناظمین صاحبان کا آپس میں اتحاد و اتفاق دیدنی اور مثالی تھا اور جب تک دو بڑے ذمہ دار علماء اس طرح وسیع الظرف اور وسیع المشرب نہ ہوں، اتنے بڑے جامعہ کا نظم و نسق چلانا ممکن نہیں ہوتا اور جن جامعات و مدارس میں بڑے اساتذہ کے درمیان اس طرح کی وسیع القلبی نہ ہو اس کا بُرا اثر اساتذۂ کرام اور طلبا عزیز پر ضرور پڑتا ہے مگر جامعہ دار السلام میں سب خداترس ناظمین اور اساتذۂ

کرام موجود تھے۔ الحمد للہ علی ذالک

مولانا کی مصروفیات کو دیکھتے تو معلوم ہوتا تھا، آپ وہ مسافر ہیں کو جن کی نظر اپنی منزل پر لگی ہوئی ہے اور جو ہر طرح اپنی منزل پر فائز المرام پہنچنے کی تیاری میں مصروف ہیں۔ صبح سویرے نماز فجر کی سنت گھر میں پڑھ کر سب سے پہلے مسجد میں داخل ہونے اور نماز فجر کے بعد اپنے وظائف واذکار سے فارغ ہو کر مولانا حافظ عبید اللہ صاحب عمری استاذ شعبہ حفظ کے کمرہ میں کچھ اساتذۂ کرام بیٹھتے تھے اور مختلف امور پر مختصر بات چیت ہوتی، ان دنوں اگر سکریٹری صاحب (کاکا محمد عمر ثانی، کاکا سعید احمد العمری) یا ان میں سے ایک بھی عمر آباد میں ہوتے تو عموماً وہ بھی اساتذۂ کرام کے ساتھ تشریف فرما ہوتے، بعد ازاں ایک طالب علم ہوٹل سے تمام کے لئے چائے لے آتا اور اساتذۂ کرام کے ساقی کی سعادت حاصل کرنا، میرے طالب علمی کی زمانہ میں اس خدمت کے لئے ڈی عبد الکریم عمری ریاضی کرنولی ثم حیدر آبادی کو دیکھتا تھا، پتہ نہیں، ان سے پہلے یا ان کے بعد یہ سعادت کس طالب علم کے حصہ میں آئی؟ اساتذۂ کرام چائے نوشی کے بعد اپنی اپنی مصروفیات کے لئے چلے جاتے اور مولانا عبد السبحان اعظمی صاحب اپنے کمرہ میں پہنچ کر ان کتابوں پر ایک نظر ڈالتے جو روزانہ ان کو پڑھانی ہوتیں اور وہاں سے متصل کمرہ میں مولانا کا مطب (یونانی دواؤں کا دواخانہ) کھول کر تشریف فرما ہوتے، تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے اپنے مطب میں بیٹھے رہتے اور اس مدت میں آنے والے بیمار طلباء کو دوائی دیتے اور کسی کی حالت بہت ہی نازک ہوتی تو اسے تعطیل بھی لکھ کر دیتے تاکہ وہ دوا استعمال کرکے کمرہ ہی میں آرام کرے اور اسی کو دی گئی تعطیل کی چھٹی کوئی طالب علم ساری جماعتوں میں اساتذۂ کرام کو دکھاتا! حکیم صاحب کو جامعہ سے کیا معاوضہ دیا جاتا تھا یا وہ کیا معاضہ جامعہ سے لیتے تھے، وہ صیغہ راز میں تھا مگر جب جامعہ کے سکریٹری صاحب کے بڑے بھائی کاکا عبد الرشید صاحب اپنے ساتھ پانی کے جہاز سے حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو اپنے اہل عیال کے ساتھ ایک باورچی کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تاکہ حج کے ایام میں وہ کھانا پکا کر ان کے اہل خانہ کو عبادت کا موقع فراہم کرے اور اسی کے ساتھ ایک ہادی و مرشد کو اپنے ساتھ لے گئے تاکہ شروع سے آخر تک وہ ان کی رہنمائی کرسکیں اور اس کار خیر کے لئے حکیم مولانا عبد السبحان اعظمی عمری تیار ہوگئے، تین ماہ کا طویل سفر اور شروع سے لے کر آخر تک دینی رہنمائی، خود صحیح مسلم کے مستند و باعمل استاذ! ماشاءاللہ، یہ مبارک قافلہ حج تھا، حکیم اعظمی صاحب کے تین ماہ سفر حج میں لگ گئے تو یہ مدت حکیم صاحب کے ایک فرزند مولانا ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی صاحب، عمری سابق، استاذ جامعہ دار السلام عمر آباد نے مطب سنبھالا، اس وقت ناچیز کو پتہ چلا کہ حکیم صاحب کو ان کے مطب کے لیے جو مبلغ دیا جاتا تھا وہ اتنا تھا کہ ایک آدمی دن میں کچھ پیالی چائے پر خرچ کرتا ہے، یعنی بہت ہی معمولی معاوضہ، جو اس مطب پر خرچ ہونے والی رقم کا عشر عشیر بھی نہیں تھا! مگر حکیم صاحب اپنی خوشی سے اتنا ہی معاوضہ جامعہ کے ذمہ داروں سے لیتے تھے، جس کا مطلب صاف ہے کہ اس کا تقریباً سارا خرچ غریب طلبا کے علاج کے لیے حکیم اپنی جیب سے دیا کرتے تھے، تاکہ ڈیڑھ سو طلبا کے علیاج معالجہ کا خرچ جامعہ پر نہ پڑے، ﴿ويؤثرون على أنفسهم ولو كان بهم خصاصة﴾ (سورۃ الحشر:9) کی تفسیر تھے۔ اللہ اکبر کبیرا۔

چونکہ ناچیز نے بھی جامعہ سے فراغت کے بعد حیدر آباد دکن میں یونانی علاج شروع کیا تھا اور گورنمنٹ آف آندھرا پردیش سے (R.M.P) کا امتحان پاس کیا تھا تو بہت جلد انگریزی دواؤں اور انجکشن کا استعمال اور ختنہ بھی کرتا تھا، جڑی بوٹیوں کا کوٹنا اور اس کا سفوف بنانا، جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا بقول شاعر

دردسر کے واسطے صندل لگانا ہے مفید
اس کا گھسنا اور لگانا یہ بھی درد سر تو ہے!

حکیم صاحب اتنے کم معاوضہ میں دوائیں کوٹنا، ایک بہت بڑا مسئلہ تھا، کسی کو دوائیں پیسنے کے لیے اجرت پر لینا یہ اور بھی مسئلہ تھا کہ ان کی اجرت کیسے دی جائے؟ اس زمانے میں دوائیں پیسنے کے لیے وہ مشینیں نہیں تھیں، جو اب میسر ہیں۔

بہر حال حکیم صاحب مطلب سے اُٹھتے اور مسجد میں نماز اشراق ادا کرتے اور گھر جاتے ناشتہ کرکے فوراً جامعہ تشریف لاتے اور ظہر کے قریب تک جامعہ میں تدریس میں مصرف رہتے، گھر جاتے ہوئے مسجد میں کچھ نوافل ادا کرتے، گھر سے کھانا کھا کر ظہر کی نماز کے لئے مسجد آتے اور بعد نماز ظہر اپنی کلاس سے متصل کمرہ میں قیلولہ مسنونہ فرماتے پھر عصر کی اذان تک تدریس میں مصروف رہتے، عصر کے بعد کبھی کاکا خانوادہ کے باغ میں بیاٹ مینٹنی کھیلتے، نماز مغرب کے فوراً بعد اپنے کمرہ میں آتے اور دوسرے دن پڑھانے کے اسباق پر نظر ڈالتے اور عشاء پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے اور دوسرے دن مسجد میں نماز فجر کے لیے سب سے پہلے تشریف لاتے، پوری زندگی کتاب وسنت پر عامل رہے اور اپنے بچوں کو حفاظ وعلماء بنائے۔ ماشاءاللہ وتبارک اللہ

ناچیز کو استاذ محترم نے بلوغ المرام، حجۃ اللہ البالغہ اور صحیح مسلم پڑھائی ہے، صحیح مسلم کو ایک سال میں مکمل کرنا ہوتا تو اس کے پڑھنے کی رفتار کو بڑھانا ضروری ھوتا تھا، کہیں کوئی وضاحت ہوتی تو استاذ محترم کر

دیتے تھے، ورنہ طالب علم کو زور دار آواز میں تیز رفتار کے ساتھ پڑھنا ضروری ہو جاتا تھا، روزانہ ایک طالب علم کی پڑھنے کی باری ہوتی تھی، جس دن ناچیز کے پڑھنے کی باری آتی تو اتنی آواز اور رفتار سے پڑھتا تھا کہ پورا جامعہ گونج اٹھتا اور میں دیکھتا کہ نائب شیخ الحدیث کا مبارک چہرہ خوشی سے دمک اٹھتا اور ہونٹوں پر تبسم بکھر جاتا، جس سے پڑھنے والے کی حوصلہ افزائی ہو جاتی اور تیز آواز سے پڑھنے پر کوئی حرج محسوس نہیں ہوتا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ، اللہ کے اس ولی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، جن کی زندگی کو دیکھ کر اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ اس دنیا میں مصروف رہ کر آخرت کی تیاری میں بھی مصروف اور نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی:

«كن في الدنيا كأنك غريب أو عابر سبيل» "دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو۔" کی عملی تفسیر پیش کر رہے ہوں۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی
(علامہ اقبال)

میرا پہلا شعری مجموعہ فیضان ربانی جو 2004 میں شائع ہوا، اس کے صفحہ 237 پر استاذ محترم کی شان میں ایک قطع شائع ہوا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

تھے وہ نائب ناظم و شیخ الحدیث جامع
اک مدبر، منتظم اور اک حکیم نابغہ
ان کے ابناء حافظ وعمری بھی مدنی بھی ہیں
بخش دے یارب! میرے استاذ کو فی الآخرۃ!
آمین

☆☆☆

پیغام حق

اللہ کا پیغام زمانے کو سنا دو
حق سے جو محبت ہے تو باطل کو مٹا دو
قصر ستم و جور کی بنیاد ہلا دو
انصاف کا اک اُونچا کلس جلد بنا دو
تم چاہو تو کھل جائیں گے اسرار دو عالم
آنکھوں سے مگر پہلے حجابات اٹھا دو
تن اُس کا ہے من اُس کا ہے اور مال بھی اُس کا
اللہ کے رستے میں ہر ایک چیز لٹا دو
دیکھو وہ قریب آہی گئی منزل مقصود
کافی ہے جو دو چار قدم اور بڑھا دو
ہے جن کا ارادہ کہ تمہیں کفر میں جھونکیں
تم اُن کی تمناؤں کو مٹی میں ملا دو
خاکستر دل میں جو ہیں ایماں کے شرارے
تم برق صفت خرمن باطل کو جلا دو
آثار سحر پھر سے نمایاں ہیں اُفق پر
ہر شخص کو اب خواب تغافل سے جگا دو
گزری ہوئی قوموں نے شفا پائی ہے جس سے
اس دور کے اقوام کو بھی تم وہ دوا دو
ذریّت ابلیس سے اب توڑ لو رشتہ
اللہ کے احکام پر سر اپنا جھکا دو
پھر شورش تا تار کو دہرائے نہ تاریخ
اُبھرے کہیں فتنہ تو اُسے جلد دبا دو
طوفان حوادث میں جو انسان پھنسے ہیں
تم نوحؑ کی مانند اُنہیں پار لگا دو
اللہ کے بندے جو ہیں اللہ سے غافل
حماد انہیں حق کا یہ پیغام سنا دو

حضرت ابو البیان حماد العمری

☆☆☆

ہماری نجات کا واحد راستہ اسلام ہے

موجودہ دور میں ہندوستانی مسلمانوں میں بھی ذات پات اور اچھوت چھات کا نظام دن بدن مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ اس چیز نے اسلامی کاز کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی ذات پات کا نظام ہندو دھرم کا اٹوٹ حصہ ہے۔ ہندو توا کے علم برداروں نے چھوت چھات کی بنیاد پر ملک میں شودروں پر ظلم وستم کے جو پہاڑ توڑے ہیں، وہ تاریخ انسانی کا نہایت المناک باب ہے۔

شودروں کے لیڈر ڈاکٹر امبیڈ کر نے اپنی قوم کو اس عذاب سے نجات دلانے کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ 'ہندو دھرم میں رہ کر ہم کسی طرح کی ترقی نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ ہمیں پیدائشی انسانی حقوق سے محروم رکھتا ہے۔" اور اس کے لیے انہوں نے تبدیلیٔ مذہب کا فیصلہ کر لیا تھا۔ ایک دفعہ تو انہوں نے واضح الفاظ میں دلتوں سے کہا تھا کہ " ہماری نجات کا واحد راستہ اسلام ہے۔" جب انہوں نے تبدیلیٔ مذہب کا اعلان کیا تو تو 1953ء میں دوسرے مذاہب کے اسکالرز کی طرح مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور دوسرے علمائے اسلام ان سے دعوتی ملاقاتیں کرنے لگے۔ یہ ملاقاتیں لگاتار ان کی لائبریری میں ہوتی تھیں۔ ایک دن انہوں نے کتابوں کی ایک الماری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دکھ سے کہا: "مولانا! اس الماری میں آپ (یہ جو) کتابیں دیکھ رہے ہیں۔۔۔ یہ سب اسلامیات سے متعلق ہیں۔ میں نے سید امیر علی، عبداللہ یوسف علی، محمد پکتھال اور دوسرے مسلم، نو مسلم اور غیر مسلم اسکالرز کا لٹریچر بڑی توجہ سے پڑھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اصولی طور پر اسلام سماجی جمہوریت اور انسانی مساوات کا داعی ہے لیکن ہندوستان میں آپ لوگ منو کے ورن آشرم پر عمل پیرا ہیں اور آپ نے اپنے سماج کو بھی مختلف برادریوں اور ذاتوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ میں اسلام قبول کر لیتا ہوں تو بتایئے کہ آپ مجھے کس خانے میں رکھیں گے۔"؟؟

اس سماجی تلخ حقیقت کا مولانا کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ آخر 14 اکتوبر 1956 کو وجے دشمی کے دن ڈاکٹر امبیڈ کر نے اپنے چھ لاکھ ہم نواؤں کے ساتھ "بدھ مذہب" اختیار کر لیا۔ (تلخیص از: ہندوستان میں ذات پات اور مسلمان، ص:548)

بشکریہ ماہنامہ راہ اعتدال، عمر آباد، مارچ 2014

☆☆☆



روزہ روحانی قوت کا اہم مظہر ہے، اللہ تعالی نے قرآن میں روزہ کو تقوی کا سبب قرار دیا ہے۔ آج کے پر فتن دور میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، برائیاں بام عروج پر ہیں۔ آنکھ بند ہونے تک ہی دل ودماغ اور ہاتھ و پیر محفوظ رہتے ہیں، آنکھ کھلتے ہی انسان گناہوں میں ڈوب سا جاتا ہے۔ سترہ اٹھارہ گھنٹے بیداری کے عالم میں آنکھوں سے، کانوں سے، زبانوں سے، ہاتھ و پیر سے اور دل ودماغ سے نہ جانے کس قدر گناہوں کا صدور ہوتا ہے۔ تنہائیوں کے گناہ اور بھی رسواکن ہیں، اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

روزہ ایمانی قوت فراہم کرتا ہے۔ زبان ودل، ہاتھ وپیر، آنکھ وکان اور جسم وروح کو پاکیزہ بناتا ہے اور اعضائے بدن کو روزے کی حالت میں رب کی رضا کا طالب بناتا ہے۔ اس لئے روزہ کا خاص اہتمام کرنے سے آج کے پر فتن دور میں خود کو شیطانی حملے اور زمانے کے شر وفتن سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ رمضان کا فرض روزہ اپنی جگہ سال میں ایک بار آتا ہی ہے۔ اس کے علاوہ ایک مسلمان جس قدر ہو سکے اپنی سہولت کے حساب سے نفلی روزے کا اہتمام کرتا رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے متعدد قسم کے نفلی روزے رکھے ہیں، ان میں ایک قسم ایام بیض کے روزوں کی ہے جن کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ روزہ کے عمومی فضائل اپنی جگہ خصوصیت کے ساتھ بھی ایام بیض کے روزوں کے فضائل وارد ہیں۔ نبی ﷺ نے ان پر ہیشگی برتی ہے اور اپنی امت کو بھی اس کی تاکید فرمائی ہے۔

ایام بیض کے روزوں کی فضیلت سے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

«صومُ ثلاثةِ أيامٍ صومُ الدهرِ كلِّه» (صحیح بخاری:1979)

"ہر مہینے میں تین دن روزے رکھ لینا اس سے زمانے بھر کے روزے رکھنے کا ثواب ملتا ہے۔"

ایام بیض کے روزے ان عبادات اور روزوں میں سے ہے جن کی رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی ہے چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

«أوصاني خليلي بثلاثٍ، لا أدعُهنَّ حتى أموتَ : صومُ ثلاثةِ أيامٍ من كلِّ شهرٍ، وصلاةُ الضحى، ونومُ على وِترٍ» (صحیح بخاری:1178)

"مجھے میرے جانی دوست (نبی کریم ﷺ) نے تین چیزوں کی وصیت کی ہے کہ موت سے پہلے ان کو نہ چھوڑوں۔ ہر مہینہ میں تین دن روزے۔ چاشت کی نماز اور وتر پڑھ کر سونا۔"

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے فرمایا:

وإن بحَسْبِك أن تصومَ كلَّ شهرٍ ثلاثةَ أيامٍ، فإن لك بكلِّ حسنةٍ عشرَ أمثالِها، فإن ذلك صيامُ الدهرِ كلِّه(صحیح بخاری:1975)

"ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کرو، کیونکہ ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ملے گا اور اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔"

دل کی صفائی اور اس کی پاکیزگی کے لئے یہ روزے نہایت ہی اہم ہیں۔

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«أَلا أُخْبِرُكُمْ بِمَا يُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ» (صحیح النسائی:2384)

"کیا میں تمہیں سینہ کے دھوکہ اور وسوسہ کو ختم کر دینے والی چیز کے متعلق نہ بتاؤں ؟ ہر ماہ کے تین روزے رکھنا۔"

اس حدیث میں "وَحَرَ الصَّدْرِ" سے مراد دل کا وسوسہ یا بغض و کینہ یا عداوت ودشمنی یا شدید غصہ ہے۔

سبحان اللہ کتنی اہم ترین حدیث ہے دلوں کی پاکیزگی کے لئے، جو مومن ہمیشہ ان تین روزوں کا اہتمام کرے اس کا دل صاف ستھرا رہے گا، وہ جھگڑے لڑائی سے دور رہے گا۔ دل کے خطرناک امراض بغض وحسد، کینہ وکپٹ، غیض وغضب اور چغلی وغیبت سے اللہ کی توفیق سے بچتا رہے گا۔

حضر کے علاوہ سفر میں بھی رسول اللہ ﷺ یہ روزے رکھا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

«كان لا يُفْطِرُ أيامَ البيضِ في حَضَرٍ و لا سفرٍ» (السلسلۃ الصحیحۃ:580)

"آپ ﷺ حضر و سفر میں ایام بیض (13-14-15) کا روزہ نہیں چھوڑا کرتے تھے۔"

ایام بیض کے روزے قمری تاریخ کے حساب سے ہر ماہ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو رکھنا ہے، آپ ﷺ نے ابو ذر رضی اللہ سے فرمایا:

«يا أبا ذرٍّ إذا صُمتَ منَ الشَّهرِ ثلاثةَ أيَّامٍ ، فصُم ثلاثَ عشرةَ ، وأربعَ عشرةَ وخمسَ

عشرةً» (صحیح الترمذي:761)

"ابوذر! جب تم ہر ماہ کے تین دن کے صیام رکھو تو تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو رکھو۔"

اگر کوئی وسط ماہ میں ایام بیض کے روزہ رکھا کرے تو بہتر ہے ورنہ کسی وجہ سے شروع ماہ یا آخر میں بھی تین روزے رکھنا بھی جائز ہے۔

معاذہ عدویہ نے پوچھا ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے:

«أكان رسولُ اللهِ ﷺ يصوم من كلِّ شهرٍ ثلاثةَ أيامٍ ؟ قالت : نعم . فقلتُ لها : من أيِّ أيامِ الشهرِ كان يصوم ؟ قالت : لم يكن يُبالي من أيِّ أيامِ الشهرِ يصومُ» (صحیح مسلم:1160)

"کیا رسول اللہ ﷺ ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

ہاں، پھر پوچھا کن دنوں میں؟ انہوں نے فرمایا:

"کچھ پرواہ نہ کرتے تھے کسی دن بھی روزہ رکھ لیتے تھے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض کے روزے کہلائے گے، یہ تین روزے شروع میں بھی رکھے جاسکتے ہیں، درمیان میں بھی رکھے جاسکتے ہیں اور آخر بھی رکھے جاسکتے ہیں نیز اکٹھے یا متفرق طور پر دونوں طرح رکھے جاسکتے ہیں۔

ایام بیض کے روزوں سے متعلق چند مسائل واحکام:

☆ ایام بیض کے روزے رکھنا مستحب ہے یعنی ان روزوں کی تاکید آئی ہے کوئی انہیں رکھے تو بڑا اجر پائے گا اور کوئی چھوڑ دے تو گناہ نہیں ہے۔

☆ تین روزوں کا اجر زمانے بھر روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

☆ ایام بیض کے روزے میں انگریزی کلینڈر کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ قمری تاریخ کا اعتبار ہوگا اور افضل یہی ہے کہ مہینے کے تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھے تاہم شروع یا آخر میں بھی متفرق یا اکٹھے رکھے جائیں تو کفایت کرے گا۔

☆ کوئی ہر ماہ تین روزے رکھنے کی نذر مان لے اور اسے یہ نذر پوری کرنا دشوار گزرے تو قسم کا کفارہ ادا کردے نذر ختم ہو جائے گی۔

☆ رمضان کے قضا کی نیت سے ایام بیض کے دنوں میں روزہ رکھنا محض قضا کہلائے گی یعنی قضا اور ایام بیض کے روزوں کی ایک ساتھ نیت نہیں کی جائے گی، پہلے قضا کے روزے مکمل کریں پھر جب وقت ملے تو ایام بیض کے روزے رکھیں۔

☆ صوم عاشوراء، شوال کے روزے، صوم عرفہ اور ایام بیض کے روزے کی ایک ساتھ نیت سے تمام روزوں کا اجر ملے گا، ان شاءاللہ

☆ اگر کوئی ہر ماہ ایام بیض کے روزے رکھتا رہا اور کسی دشواری کے سبب یا یونہی سستی سے کسی ماہ کا روزہ نہیں رکھ سکا تو کوئی گناہ نہیں ہے۔

خواتین اور ایام بیض کے روزے:

عورتوں کو اللہ تعالی نے گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم دیا ہے۔ گھر میں رہتے ہوئے بچوں کی تربیت، گھر کی دیکھ ریکھ اور شوہر کے سامان کی حفاظت بیوی کے ذمہ ہے۔ اکثر عورتیں گھریلو کام کاج سے جلد ہی فراغت حاصل کرلیتی ہیں پھر ادھر ادھر جاکر غیبت، چغلی، لایعنی باتیں، گھروں کے قصے کہانیاں ایک دوسرے سے کرتی ہیں، اس طرح وہ اپنا گھر بھی توڑتی ہیں اور دوسروں کا گھر بھی برباد کرتی ہیں۔ یہ مرض عورتوں میں عام ہے جبکہ مرد دن بھر کام میں مصروف ہونے کے باعث بہت حد تک اس سے بچا رہتا ہے۔ جو مسلم عورت پانچ اوقات نمازوں کی پابندی کرے اور اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع پیدا کرے تو ہرگز زبان ودل کے مہلک امراض میں مبتلا نہیں ہوگی۔ دلوں کی طہارت وپاکیزگی کے واسطے ایام بیض کے روزے بہت مفید ہیں، خصوصیت کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے ان روزوں کو سینے کے دھوکے اور وسوسے کے ازالہ کا سبب بتلایا ہے، اوپر حدیث موجود ہے۔

لہٰذا تمام مسلمان عورتوں کو ایام بیض کے روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے، ان کے پاس فرصت بھی ہے، گھروں میں رہتی ہیں اور ضرورت بھی ہے زبان پر تالا لگانے اور ذہن ودماغ کو روحانی سکون دلانے کی ہے۔ زبان، ضمیر، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ پر قابو پانے کے لئے روزہ سے بڑھ کر کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ الحمد للہ کتنی عورتیں ایام بیض کے روزے رکھتی ہیں اور خود کو امراض لسان، امراض قلب اور امراض بدن سے محفوظ رکھتی ہیں۔ اگر کسی کو وسط ماہ میں ماہواری آتی ہو تو وہ شروع یا آخر ماہ میں تین روزے رکھ لیں، یہ بھی کافی ہوجائے گا۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ روزہ عورتوں کے ساتھ ہی خاص ہے بلکہ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کے حق میں اپنے روزمرہ کے مشاغل وعادات کی وجہ سے زیادہ مفید ہے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆

متقی کون ہے؟

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"متقی ہونے کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے کہ ان سے کبھی کوئی گناہ ہی سرزد نہ ہو، یا وہ خطا ومعصیت سے معصوم پیدا کئے گیے ہوں، اگر ایسی کوئی شرط ہوتی تو پوری امت میں کوئی بھی متقی نہ ہوتا۔ متقی تو وہ ہے۔ جو اپنے گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے اور جو گناہوں کو مٹادینے والی نیکیاں کرتا رہتا ہے۔"

(منہاج السنة: 7/82)

☆☆☆



کینہ کا معنی و مفہوم: کینہ کے معنی ہیں: ”بغض و کپٹ اور عناد، بیر رکھنا، دل میں عداوت رکھنا، اس سے ایک لفظ مستعمل ہے، کینہ ساز یعنی بغض و کپٹ رکھنے والا عداوت و دشمنی سے کام لینے والا۔ عربی زبان میں ’کینہ‘ کے لئے کئی الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسے: بغض ،مشاحن الغمرۃ، اقذاء، وحر، الغل، سخیمۃ وغیرہ اور یہ الفاظ احادیث شریفہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ لفظ ’کینہ‘ کا استعمال شعراء کرام نے بھی طنز و نصیحت کے طور پر بھی استعمال فرمایا ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

دل میں اوروں کے لئے کینہ و کدر رکھتے ہیں
لوگ اخلاص کے پردے میں حسد رکھتے ہیں

ایک اور شاعر نے کہا:

کینہ جو تیرے دل میں بھرا ہے سو کدھر جائیں
ممکن ہے کہیں سنگ کے پہلو سے شرر جائے

ایک اور شاعر نے کہا:

بغض و کینہ حسد غرور و نفاق
آدمی کو لعیں بنا دیتے ہیں

ایک شاعر نے کہا:

کینہ پرور جسے کہے دنیا
اس کے دل میں فتور ہوتا ہے

کینہ کے نقصانات: کینہ ایک زہر قاتل ہے۔ کینہ پروری کی مذمت اور اس کے نقصانات بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی مسجد ’مسجد نبوی‘ کے ممبر ومحراب سے اس کے خطیب شیخ ڈاکٹر جسٹس صلاح بن محمد آل بدیر حفظہ اللہ نے خطبہ جمعہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ”ایسی قوم میں محبت عام نہیں ہو سکتی جو کینہ سے بھرپور ہو، جو دشمنی مول لے اور انتقام کے لئے موقع کی تلاش میں رہے، وہ ہمیشہ عذاب میں مبتلا اور پریشانیوں میں اوندھے منہ پڑے رہتے ہیں، لوگوں کے تعلقات کو کینہ سے زیادہ کسی چیز نے خراب نہیں کیا، یہی مخفی بیماری، پھیلنے والا شر، جو کہ آبادیوں کو منہدم اور خزانوں کو خالی کر سکتا ہے، قربت اور دوستی کو ختم کر کے لڑائی کی وجہ بن سکتا ہے۔ ”کینہ“ کو تم ایسے پاؤ گے کہ یہ وبائی خارش کی مانند چھپنے کے بعد اچانک منتشر ہو جاتا ہے، کتنی جلدی کینہ لوگوں کے قریب آجاتا ہے! کتنی جلدی ظاہر ہو جاتا ہے، پھر کتنا نزدیک آجاتا ہے! اور پھر کس قدر پھیل جاتا ہے! بدترین افزودگی ہے کینہ پروری!!! جو بچوں کے دلوں میں تیزی کے ساتھ گھر کرتا ہے، کینہ جس کی علامت ہو، انتقام جس کا ہدف ہو، دل کی بھڑاس نکالنا جس کی عادت ہو، اس کا چاند گرہن ہو گیا، اس کے در و دیوار گر گئے، قدر و منزلت مٹ گئی اور سینہ جلنے لگا اور جو شخص حسد و کینہ چھوڑ دے، صحیح سلامت زندگی گزارتا ہے، اپنے دوستوں میں اضافہ کرتا ہے ،لوگوں کے جھرمٹ میں رہتا ہے، زیادتی سے پرہیز کرتا ہے اور تباہ ہونے سے بچ جاتا ہے۔

اور جس وقت درد دل، دشمنی، اور لڑائی جھگڑے کا قلب پر تسلط ہو جائے تو ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے دل میلا صحت فنا، دائمی پریشاں اور دوارایگاں ہو جاتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اختلاف رائے کی بناء پر تعلق توڑ دیتے ہیں، لڑائی میں گالی گلوچ اور تہمت بازی سے کام لیتے ہیں اور انتقام لینے کا سوچتے ہیں، جس کے لئے ایذا رسانی اور دشمنی قائم کرتے ہیں۔ کینہ اور حسد کی آگ دل میں اٹھائے پھرنے والے، کینہ رکھنے کی وجہ سے کسی بلند مقام کو نہیں پاسکتے، اچھا نام پیدا نہیں کر سکتے اور کبھی خوشحال نہیں ہو سکتے، کینہ چھوڑ دو تمہیں کینہ سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہئے، کینہ رشتے داری کے خاتمہ کا باعث ہے، تمہارے اندر نصیحت کے نام پر چغل خوری کرنے والے کی ایک نہ مانو، کیونکہ چغلی خالص زہر قاتل ہے۔ وہ اپنے بچھو تمہارے اندر لڑائی ڈالنے کے لئے ایسے چھوڑتا ہے، جیسے شہ رگ میں خون چلتا ہے، کسی عزیز کے لئے کینہ مت رکھنا، بیشک کینہ قرابت داری کو ختم کر دیتا ہے، برے شخص کے ساتھ احسان قرابت کا باعث ہے، اس کے ساتھ نرمی تمہاری طرف مائل کر دے گی اور شائستگی اسے اپنی آغوش میں لے لے گی۔ لڑائی بد کلامی کسی کو عمداً تکلیف پہنچانا، اور غضبناک کرنا، مذموم اعمال ہیں جو سینے کی بیماریوں کا باعث بنتے ہیں اور ان سے غصہ پروان چڑھتا ہے اور کینہ پیدا ہوتا ہے اور پیار و محبت کا ناطہ ٹوٹ جاتا ہے۔

کینہ کسے کہتے ہیں؟ دل میں دشمنی، نفرت اور غصہ کو روکے رکھنا اور موقع پاتے ہی اس کا اظہار کرنا کینہ کہلاتا ہے، کوئی شخص ایسا ہے جس کا خیال آتے ہی آپ کو اپنے دل میں بوجھ سا محسوس ہوتا ہے، نفرت کی ایک لہر دل و دماغ میں دوڑتی ہے، وہ نظر آجائے تو ملنے جیسے کتراتے ہیں یا بوجہ مجبوری ملنا پڑے، لیکن زبان، ہاتھ یا کسی بھی طرح سے اسے نقصان پہنچانے کا موقع ملے تو پیچھے نہیں رہتے تو سمجھ لیجئے کہ آپ اس شخص سے کینہ رکھتے ہیں۔ جس شخص سے کینہ ہو اسے تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ نفس کے امراض کی فہرست طویل ہے لیکن کینہ اور بغض کا تعلق فطرت کے بد گوشے سے ہے کینہ و بغض رقابت کو جنم دیتا ہے، دشمنی اور نفرت کو عزیز رکھتا ہے، بندہ ذہنی مریض بن جاتا ہے اپنی ہی آگ میں خود ہی جلتا ہے۔ اپنی کمزوری اور بزدلی کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جب کوئی شخص غصہ پی جائے تو

یہی غصہ جسم کی ہڈی ہڈی میں اس طرح پیوست ہو جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ اپنے قدم پھیلانے لگتا ہے، پھر اچانک بغض وحسد، کینہ کپٹ کی شکل میں ان پر شعائیں لے کر نمودار ہوتا ہے کہ انسان ان کی تاب نہ لا کر کینہ پروری کے بوجھل پن کے احساس کا شکار اتا ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان تمام چیزوں سے منع فرمادیا جو بغض و حسد کی پیداوار میں معاون و ثابت ہوا کرتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کینہ پرور نہ تھے: ہمارے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ نہ کینہ پرور تھے اور نہ حاسد تھے کیونکہ شق صدر کے واقعہ میں آپ ﷺ کے دل سے فرشتوں نے اس مادہ کو ہی نکال دیا تھا جیسا کہ ایک طویل حدیث ہیں ہے، خود رسول اللہ ﷺم فرماتے ہیں کہ "(دو فرشتوں نے مجھے) بناکسی کھینچا تانی کے مجھے لٹادیا پھر ان میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ ان کا سینہ چاک کردو، چنانچہ اس نے میری آنکھوں کے سامنے میرا سینہ اس طرح چاک کردیا کہ نہ خون نکلا اور نہ تکلیف محسوس ہوئی، پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، چنانچہ اس نے خون کے جمے ہوئے ٹکڑے کی طرح کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔" (مسند احمد:20311)

کینہ پروروں کے خلاف نبوی پیغام: رسول اللہ ﷺ نے تمام مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے کینہ وحسد سے بچنے کی تلقین کی فرمایا کہ

«إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا»

"تم دوسروں سے متعلق بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو، اور جاسوسوں کی طرح راز دارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، نہ آپس میں حسد کرو اور نہ بغض وکینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔" (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ایک مسلمان کی دوسرے مسلمان سے محبت ایمان کی نشانی ہے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے سے رضائے الٰہی کی خاطر بے لوث محبت کیا کرتے تھے، ان کے دل باہمی دشمنی وکینہ پروری سے خالی تھے لیکن منافقین کا طبقہ تھا جس کے دل میں چھپی ہوئی نفرت تھی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نفرت کیا کرتے تھے، انصار ومہاجرین کے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پایا جاتا تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے کینہ پروری کو نفاق کی نشانی قرار دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ، وَآيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ»

"انصار سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے اور انصار سے کینہ رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔" (صحیح بخاری:17)

'کینہ' کی خباثت اور برائی کو سمجھنے کیلئے یہ حدیث کافی ہے کہ کینہ پرور شخص کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرماتے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ہر پیر اور جمعرات کو (اللہ کے حضور میں) اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کی مغفرت کردیتا ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا اور اس شخص کے سوا کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت اور کینہ ہو، تو اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ آپس میں صلح کرلیں، ان دونوں کو رہنے دو یہاں تک کہ یہ پس میں صلح کرلیں۔" (صحیح مسلم:6546)

اس حدیث سے اس بات کی تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ ہر مؤمن اور مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنا دل عداوت اور کینہ پروری سے پاک وصاف رکھے جس مسلمان بھائی کی کسی سے رنجش ہو، دلوں میں چھپا ہوا بغض و کینہ ہو تو ایک دوسرے کو معاف کردیں، دلوں کو صاف کرلیں، ہمارے رشتے داروں اور قبیلوں اور دوستوں اور پڑوسیوں میں اس قسم کی کی عداوت اور کینہ بہت پایا جاتا ہے، اسی لئے نفرت ودشمنی بڑھتی جارہی ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ لَيَطَّلِعُ فِي لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، فَيَغْفِرُ لِجَمِيعِ خَلْقِهِ، إِلَّا لِمُشْرِكٍ أَوْ مُشَاحِنٍ»

"اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات دنیا والوں کی طرف جھانکتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کو معاف کردیتا ہے، مگر مشرک اور بغض و عداوت اور کینہ رکھنے والے کے۔" (سلسلہ صحیحہ:3407)

ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ شرک کی باریکیوں کو سمجھے کہ کہیں ان کی زندگی کے اعمال خیر اور ان کا دامن ایمان شرک سے آلودہ نہ رہے اور وہ کسی بھی مسلمان کے ساتھ بغض و عداوت اور کینہ نہ رکھیں ورنہ وہ مغفرت الٰہی سے محروم رہ جائیں گے۔

کینہ پرور کی مذمت: کینہ پروری کی خباثت وبرائی کو اس حدیث سے سمجھ سکتے ہیں کہ کینہ پرور کی گواہی نا قابل قبول ہوتی ہے حدیث میں ہے کہ

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ رَدَّ شَهَادَةَ الْخَائِنِ وَالْخَائِنَةِ، وَذِي الْغِمْرِ عَلَى أَخِيهِ، وَرَدَّ شَهَادَةَ الْقَانِعِ لِأَهْلِ الْبَيْتِ، وَأَجَازَهَا لِغَيْرِهِمْ.

"رسول اللہ ﷺ نے خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض و کینہ رکھنے والے شخص کی شہادت رد فرمادی ہے، اور خادم کی گواہی کو جو اس کے گھر والوں (مالکوں) کے حق میں ہو رد کردیا ہے

اور دوسروں کے لئے جائز رکھا۔" (سنن ابو داؤد: 3600؛مسند احمد:6427)

امام ابو داؤد فرماتے ہیں کہ: "غمر" کے معنی کینہ اور بغض کے ہیں، اور قانع سے مراد پرانا ملازم کے ہیں۔

اسی طرح ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا تجُوزُ شَهادةُ خائِنٍ ولاَخائِنةٍ ولا زانٍ ولَا زانِيةٍ ، ولَا ذِي غِمْرٍ علَى أَخِيهِ »

" خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت کی، زانی مرد اور زانیہ عورت کی اور اپنے بھائی سے کینہ رکھنے والے شخص کی گواہی جائز نہیں۔" (سنن ابو داؤد:3601)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:« لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا مَحْدُوْدٍ فِيْ الإِسْلَامِ وَلَاذِي غَمْرٍ عَلَى أَخِيه »

'نہ خیانت کرنے والے کی گواہی قابل قبول ہے اور نہ اس شخص کی گواہی قبول ہے جس پر حد جاری کی گئی ہو اور نہ اس شخص کی گواہی قبول ہے جو اپنے بھائی کے خلاف کینہ رکھتا ہو۔" (مسند احمد:6428)

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ« إِلَّا اثْنَيْنِ: مُشَاحِنٌ، وَقَاتِلُ نَفْسٍ»"(اللہ تعالیٰ) ان دو لوگوں کے علاوہ سب کی بخشش فرما دیتا ہے، کینہ پرور اور خود کشی کرنے والا۔" (مشکوۃ المصابیح:1307؛ ضعیف)

کینہ پرور گروہ قرب قیامت کے آثار میں ایک بات یہ بھی ہے کہ کینہ پروروں اور فسادیوں کی ایک جماعت بھی قائم رہے گی جو ملت میں نفاق، حسد، باہمی عداوت و دشمنی اور کینہ پیدا کرتی رہے گی جس کے سبب امت مسلمہ افتراق و انتشار کا شکار رہے گی، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

«وَجَمَاعَةٌ عَلَى أَقْدَاءٍ فِيْهَا أَوْ فِيْهِمْ»

"اور ایک جماعت ہو گی جس کے دلوں میں کینہ و فساد ہو گا۔" (سنن ابو داؤد:3601)

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

کینہ کو ختم کرنے والے عناصر

1۔ ایام بیض، بیض کے روزے:

دلوں کے کینوں و بغض کو ختم کرنے والی بنوی حکمتوں میں سے روزہ رکھنا بھی ہے کہ مسلمان اگر روزے رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو کینہ اور بغض سے پاک رکھے گا۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ " ایک آدمی ہمیشہ روزے رکھتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:"کاش وہ کبھی کھانا نہ کھاتا۔" لوگوں نے عرض کیا:" دو تہائی دنوں کے روزے کیسے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا:" یہ بھی بہت زیادہ ہیں۔" انہوں نے کہا:"نصف دنوں کے روزے؟" آپ ﷺ نے فرمایا:" یہ بھی زیادہ ہیں۔ پھر فرمایا:

«ألا أُخبِرُكُمْ بِمَايُذْهِبُ وَحَرَ الصَدْرِ صَوْمُ ثَلاثَةِ أَيّامٍ مِنْ كُلِّ شَهرٍ»

"میں تمہیں وہ روزے نہ بتاؤں جو سینے کا کینہ (دل کے مفاسد) دور کرنے کے لئے کافی ہیں؟ ہر ماہ میں تین دن (ایام بیض کے روزے۔" (سنن نسائی: 2387؛ صحیح الجامع:2608)

2۔ رمضان کے روزے: دلوں سے بغض و کینہ ختم کرنے والی نبوی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان رمضان المبارک اور ایام بیض کے روزوں کی پابندی کرے اس سے دلوں کا کینہ ختم ہو جاتا ہے ایک صحابی رسول بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

« مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَذْهَبَ كَثِيرٌ مِنْ وَحَرِ صَدْرِهِ، فَلْيَصُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ، وَثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ» "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے سینے میں سے غصہ اور کینہ نکل جائے اسے چاہئے کہ وہ صبر والے مہینے یعنی ماہ رمضان کے اور ہر ماہ (ایام بیض) کے تین روزے رکھے۔" (مسند احمد:11500)

اسی مضمون کی ایک حدیث میں ہے کہ کینہ دراصل شیطانی گندگی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے، حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ماہ صبر (رمضان المبارک) اور ہر مہینے تین دن کے روزے رکھنا ایسے ہی ہے جیسے ہمیشہ روزے رکھنا اور اس سے سینے کا کینہ دور ہو جاتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ سینے کے کینے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: "شیطانی گندگی۔" (مسند احمد 20406)

3۔ باہمی تحائف و ہدایا دینا: دلوں سے بغض و کینہ ختم کرنے والی نبوی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کو باہمی تحفے تحائف دیا کریں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

تَهَادَوْا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ، وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا، وَلَوْ فِرْسِنَ شَاةٍ

باہم تحفے تحائف دیا کرو، کیونکہ تحفے تحائف سینے کا کینہ دور کر دیتے ہیں، اور کوئی بھی پڑوسن اپنی پڑوسن کے ہدیہ کو معمولی نہ سمجھے خواہ بکری کے گھر کا ایک حصہ ہی ہو۔" (مشکوۃ المصابیح:3028)

3۔ مصافحہ کرنا: کینہ و کدورت زنگ کی مانند ہے جو دلوں پر چڑھ جاتا ہے تو نفرتیں اور عداوتیں جنم لیتی ہیں جو برسوں چلتی رہتی ہیں، جب لوہے پر زنگ چڑھ جاتا ہے تو ہم اسے دور کرنے کے لئے مختلف کیمیکل استعمال کرتے ہیں اور لوہے کے زنگ کو دور کر کے اسے چمکاتے ہیں اور قابل استعمال بناتے ہیں اسی طرح دلوں سے بغض و کینہ ختم کرنے والی نبوی حکمتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے مصافحہ یعنی ہاتھ ملاتے رہیں، جب بھی ایک دوسرے کو سلام کرتے ہیں تو مصافحہ بھی کریں اس سے سینوں کا کینہ دور ہو جاتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عطاء خراسانی بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«تَصَافَحُوا يَذْهَبُ المال وتهادوا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبَ الشَّحْنَاءُ» "مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ دور ہو جاتا ہے، ہدیے دیا کرو باہم محبت پیدا ہو گی اور دشمنی در بخش دور ہو جائیگی۔" (مشکاۃ المصابیح: 4693 ضعیف؛ موطا امام مالک مرسلا)

ایک شاعر نے کہا تھا:

دل ملیں نہ میں ہاتھ ملاتے رہنا

کینہ سے محفوظ رہنے کے لئے دعائیں کریں: شیطان عداوت و نفرت کے ذریعہ سے ہمارے دلوں میں کینہ بھر دیتا ہے اس سے بچنے کی ہر مسلمان کو جدوجہد کرنی چاہئے، جتنا ہو سکے حتی المقدور اس سے بچنا ہے اور دوسروں کو در گزر کرتا رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرنا چاہئے کیونکہ دلوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور انسان کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان رہتا ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اسے الٹ پھیر کر دیتا ہے وہی اس بیماری سے بچا سکتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کیا کرتے تھے:«رَبِّ أَعِنِّي، وَلَا تُعِنْ عَلَيَّ، وَانْصُرْنِي، وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ، وَامْكُرْ لِي، وَلَا تَمْكُرْ عَلَيَّ، وَاهْدِنِي، وَيَسِّرِ الْهُدَى لِي، وَانْصُرْنِي عَلَى مَنْ بَغَى عَلَيَّ، رَبِّ اجْعَلْنِي لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا، لَكَ مِطْوَاعًا، لَكَ مُخْبِتًا، إِلَيْكَ أَوَّاهًا مُنِيبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِي، وَاغْسِلْ حَوْبَتِي، وَأَجِبْ دَعْوَتِي، وَثَبِّتْ حُجَّتِي، وَسَدِّدْ لِسَانِي، وَاهْدِ قَلْبِي، وَاسْلُلْ سَخِيمَةَ صَدْرِي »

"اے میرے رب! میری مدد فرما میرے خلاف کسی کی مدد نہ فرما، اے اللہ! تو میری تائید و نصرت فرما اور میرے خلاف کسی کی تائید و نصرت نہ فرما، اور میرے لئے تدبیر فرما اور میرے خلاف کسی کے لئے تدبیر نہ فرما، اور اے اللہ! تو مجھے ہدایت بخش اور ہدایت کو میرے لئے آسان فرما، اور اے اللہ! میری مدد فرما اور اس شخص کے مقابل میں جو میرے خلاف بغاوت و سرکشی کرے، اے میرے رب! تو مجھے اپنا زیادہ شکر گزار بندہ بنالے، اپنا بہت زیادہ یاد اور ذکر کرنے والا بنالے، اپنے سے بہت ڈرنے والا بنادے اپنی بہت زیادہ اطاعت کرنے والا بنا دے، اور اپنے سامنے عاجزی و فروتنی کرنے والا بنادے، اور اپنے سے درد و اندوہ بیان کرنے اور اپنی طرف رجوع کرنے والا بنا دے۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو دے، اور میری دعا قبول فرما، اور میری حجت کو ثابت و ٹھوس بنادے اور میری زبان کو ٹھیک بات کہنے والی بنادے، میرے دل کو ہدایت فرمایا اور میرے سینے سے کھوٹ، کینہ، حسد نکال دے۔" (جامع ترمذی: 3551؛ حدیث حسن؛ سنن ابوداؤد: 1510؛ مسند احمد: 5646؛ مشکاۃ المصابیح: 2488)

کینہ سے پاک سب سے بہترین انسان: سب سے بہترین انسان وہ ہے جس کا دل کینہ کدورت اور حسد سے پاک وصاف ہو، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ أَيُّ النَّاسِ أَفْضَلُ؟ لوگوں میں سب سے بہترین کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:«كُلُّ مَخْمُومُ الْقَلْبِ صُدُوقِ اللِّسَانِ» "ہر صاف زبان، زبان کا سچا (سب سے بہترین انسان ہے) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ: زبان کے سچے کو تو ہم سمجھتے ہیں پر صاف دل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:«هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيهِ، وَلَا بَغْيَ، وَلَا غِلَّ، وَلَا حَسَدَ» "پرہیز گار، صاف دل وہ ہے جس میں کوئی گناہ نہ ہو، نہ بغاوت ہو، نہ کینہ اور نہ حسد ہو۔" (سنن ابن ماجہ: 4216؛ سلسلہ صحیحہ: 146؛ مشکوۃ المصابیح: 4693)

سب سے بہترین قوم وہ ہے جس کا دل بغض و عداوت اور کینہ و کدورت سے پاک صاف ہو رسول اللہ ﷺ نے ایسی قوم کی تعریف بیان فرمایا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«نِعْمَ الْقَوْمُ الازْدُ طَيِّبَةٌ أَفْوَاهُهُمْ ، بَرَّةٌ أَيْمَانُهُمْ ، نَقِيَّةٌ قُلُوبُهُم »

"بنوزاد بہترین قوم ہیں، ان کے منہ سے نکلنے والی گفتگو نہایت عمدہ ہے، یہ اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں اور ان کے دل (بغض و حسد اور کینہ سے) صاف اور پاک ہیں۔" (مسند احمد: 12577)

قرب قیامت کی ایک نشانی: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگوں کے دلوں سے کینہ ختم کر دیا جائے گا حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم حضرت عیسی ابن مریم ضرور اتریں گے وہ انصاف کرنے والے حاکم ہوں گے وہ صلیب توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کریں گے اور جوان اونٹنیاں چھوڑیں گے مگر ان پر کوئی متوجہ نہیں ہو گا یعنی ان سے بار برداری کے لئے کام نہیں لے گا لوگوں کے دلوں سے کینہ بغض اور حسد ختم ہو جائیگا اور وہ لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے مگر کوئی بھی مال قبول نہیں کرے گا۔" (صحیح مسلم: 391؛ مسند احمد: 10001)

صاف دل کے لئے نبوی خوشخبری: رسول اللہ ﷺ نے ایسے انسان کو جنت کی بشارت سنائی جو کسی مسلمان کے متعلق اپنے دل میں کینہ و حسد نہیں رکھتا ایک لمبی حدیث کا اختصار یہاں پیش کر رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین دن تک ایک صحابی کا نام لئے بغیر خوشخبری سنائی کہ ابھی تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس ایک جنتی آئے گا اس خوشخبری کے بعد ایک ہی صحابہ کا تین دن تک گزر ہوتا رہا اور عبد اللہ بن عمر تین دن بعد ان کا پیچھا کیے اور ان کے ساتھ ان کے گھر میں رہنے کیا اجازت طلب کی اور تین دن تک ان کے گھر رات گزارتے رہے کہ ان کے اعمال دیکھتے رہیں، انہوں نے اجازت دے دی لیکن ایسا خاص کوئی عمل نظر نہیں آیا، آخر کار انہوں نے پوچھ ہی لیا کہ تمہارا

کونسا خاص عمل ہے کیونکہ نبی ﷺ نے تمہارے متعلق جنتی ہونے کی ضمانت دی انہوں نے کہا کہ جو عمل آپ نے دیکھا وہی عمل ہے، کوئی خاص عمل تو نہیں ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہاں ایک بات ہے کہ "میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے متعلق کوئی کینہ نہیں رکھتا، اور کسی مسلمان کو ملنے والی نعمتوں اور خیر پر اس سے حسد نہیں کرتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "یہی وہ چیز ہے جس نے آپ کو اس درجے تک پہنچایا اور جس کی ہم میں طاقت نہیں۔" (مسند احمد: 12237)

کینہ پرور جہنمی ہے: ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہئے کہ کینہ پرور آدمی جہنمی ہوتا ہے حدیث میں ہے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ الْجَنَّةِ؟ كُلُّ ضَعِيفٍ مُتَضَعَّفٍ، لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللَّهِ لَأَبَرَّهُ. أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ؟ كُلُّ جَوَّاظٍ، جَعْظَرِيٍّ، مُسْتَكْبِرٍ »

"میں تمہیں اہل جنت کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر وہ آدمی جو کمزور ہو اسے دبا دیا جاتا ہے لیکن اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم کو پورا کر دے گا، کیا میں تمہیں اہل جہنم کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر وہ بد اخلاق آدمی جو کینہ پرور اور متکبر ہو۔" (مسند احمد: 17984، 22054)

یہ چند احادیث تھیں جسے ملت کی اصلاح کی خاطر عرض کی گئیں، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کے دلوں کو کینہ کی برائی سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

☆☆☆

شاخ برطانیہ ابنائے قدیم جامعہ دارالسلام عمر آباد کا ایک اہم اجلاس

20 جون 2026 بروز ہفتہ مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے مرکز برمنگھم میں جامعہ دارالسلام عمر آباد کے فارغین کا ایک اہم اجلاس مولانا محمد عبدالہادی العمری صاحب کی سرپرستی اور مولانا عبدالرب ثاقب العمری صاحب کی صدارت اور مولانا شیر خان جمیل احمد العمری صاحب کی نظامت میں منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالہادی العمری، مولانا عبدالرب ثاقب العمری، مولانا شیر خان جمیل احمد العمری، مولانا عبدالباسط العمری، مولانا عبدالرؤف العمری کے علاوہ برطانیہ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مقیم مولانا معین الدین صدیقی العمری نے بھی شرکت کی۔ جبکہ مولانا محمد حفیظ اللہ خان العمری، مولانا رشاد احمد الأعظمی العمری، مولانا جمال احمد الأعظمی العمری، مولانا اسامہ عبدالصمد العمری نے نیک تمناؤں کے اظہار کے ساتھ کچھ عذر کی وجہ سے اجلاس میں شرکت سے معذرت کی۔

اجلاس کا مرکزی ایجنڈا:

پچھلی تقریباً چار پانچ دہائیوں سے برطانیہ میں مقیم عمری برادران کی دعوتی، تعلیمی، ملی، رفاہی، صحافتی اور دیگر میادین میں خدمات کا مختصر جائزہ اور مستقبل کے عزائم کا اظہار پر مشتمل تھا۔

اس سلسلہ میں قابل ذکر بات یہ بھی تھی کہ تقریباً ہر عمری نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ ہماری جو بھی خدمات جاری ہیں ان شاء اللہ ان کے اجر میں ہمارے والدین کے ساتھ ساتھ معزز بانیان جامعہ، محترم ارباب جامعہ، مکرم اساتذہ جامعہ اور جامعہ کے کل خدام کرام بھی ضرور شامل ہیں۔

عمری برادران نے مرحوم ارباب جامعہ کے ساتھ ساتھ موجودہ منتظمین جامعہ کو بھی خراج تحسین پیش کیا کہ انہوں نے ہر حالت اور ہر دور میں جامعہ کی خدمت کی اور اس کی نشأ ونما کی ذمہ داری احسن طریقہ سے نبھائی اور مسلسل نبھا بھی رہے ہیں۔ فجزاهم الله خيرا

اجلاس میں یہ بھی ذکر ہوا کہ جامعہ کی نیک نامی میں اساتذہ کرام کا بھی بڑا عمل دخل ہے، بالخصوص شیخ الحدیث علامہ حافظ عبدالواجد عمری رحمانی پیار میپیٹی، شیخ الحدیث علامہ ظہیر الدین اثری رحمانی حسین آبادی مبارکپوری رحمہما اللہ اور ان کی بے مثال اعلیٰ سند حدیث نے نہ صرف یورپ، برطانیہ، امریکہ بلکہ عالم عرب میں بھی مادر علمی کا بھرپور تعارف کرایا اور نیک نامی کا باعث بنا۔ ان اساتذہ حدیث کی خوش نصیبی یہ بھی رہی کہ معزز آئمہ حرمین نے مسجد نبوی میں ان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کر کے ان سے سند حدیث حاصل کی۔

اجلاس میں یہ بات بھی آئی کہ ہم عمریوں کی اعلیٰ سند حدیث کے علم کے بعد برطانیہ کے کئی اہم علماء نے ان سے اجازہ حدیث لینے کی خواہش کی اور بعضوں نے اجازہ حدیث لے کر ہی دم لیا۔ مادر علمی اور اساتذہ حدیث ہی کی بدولت ہی ہم عمریوں کو یہ اعزاز ملا۔ فللہ الحمد!

اجلاس میں اس بات کا بھی ذکر ہوا کہ مادر علمی جامعہ دارالسلام عمر آباد کو قائم ہوئے ایک صدی سے بھی زائد کا عرصہ ہو چکا ہے بلاشبہ یہ مکرم بانیان جامعہ کے اخلاص کی علامت ہے، اللہ کے فضل و کرم سے جامعہ نہ صرف قائم ودائم ہے بلکہ مسلسل ترقی کی طرف گامزن بھی ہے۔ فللہ الحمد

اجلاس میں ساتھیوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ آئندہ اجلاس میں برطانیہ میں موجود جملہ عمری ونیم عمری برادران کی شرکت کو یقینی بنایا جائے۔

اختتام اجلاس پر صدر اجلاس مولانا عبدالرب ثاقب العمری صاحب کی جانب سے ایک قریبی ریسٹورنٹ میں عمدہ ظہرانے کا اہتمام کیا گیا تھا۔

مرتب: شیر خان جمیل احمد عمری

☆☆☆



سوالات کے جوابات

ڈاکٹر صہیب حسن (لندن)

انسانی عضو کا عطیہ کرنا

سوال: کیا ایک شخص اپنی زندگی میں ایک دوسرے حاجت مند شخص کو اپنے جسم کا کوئی عضو بطورِ عطیہ کر سکتا ہے؟

جواب: کچھ ضروری شرائط کے ساتھ ایسا کرنا جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا﴾(المائدہ:32)

اور جو کسی جان کو زندہ کرتا ہے، اس نے سارے انسانیت کو زندہ کیا۔ مشہور فقہی قاعدہ ہے کہ ضرر کا ازالہ کرنا مطلوب ہے اور ایسے ہی انسانی جان کی حفاظت شریعت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ ضروری شرطیں یہ ہیں:

1۔ جس عضو کے بغیر زندگی ممکن نہیں، جیسے دل وغیرہ اور ایسا عضو کے جس کے بغیر انسان تو زندہ رہ سکتا ہے لیکن تھوڑا بہت ضرر لاحق رہتا ہے تو اس کے بارے میں پہلے مفتیان حضرات اور ڈاکٹروں سے مشورہ کر لیا جائے اور اگر ان کی طرف سے اجازت ہو تو عطیہ کیا جا سکتا ہے۔

2۔ ڈاکٹروں کے مطابق اس عضو کی سرجری عام طور پر کامیاب رہی ہے اور مریض اس سے نفع حاصل کر تا رہا ہے۔

3۔ عطیہ کرنے والا شخص اپنی آزادانہ مرضی سے ہبہ کر رہا ہے۔ اسے مجبور نہیں کیا جا رہا۔

4۔ عضو کو ہبہ کرنے کے سلسلہ میں کوئی خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کیا جا رہا، عضو کا فروخت کرنا اصلا بالکل ناجائز ہے۔

5۔ ایک معتمد میڈیکل بورڈ کی جانب سے اس سرجری کی اجازت دی گئی ہے اور یہ کہ یہ سارا معاملہ بطور احسان اور ایک جان کو بچانے کی نیت سے کیا گیا ہے۔ (فتویٰ کمیٹی برطانیہ)

ایک خاتون کے لئے سر کا ڈھانپنا

سوال: میں ایک حیادار خاتونی ہوں اور اسی بات پر ایمان رکھتی ہوں کہ کیا اور بدن کا چھپانا اسلام کی بنیادی باتوں میں سے ایک ہے، گو میں حجاب نہیں کرتی لیکن حجاب لینے کو ایک مسلمان عورت کے لئے باعث فضیلت سمجھتی ہوں، لیکن ابھی تک میں اس بات پر مطمئن نہیں ہوں کہ قرآن میں دوسرے فرائض کی طرح بالوں کو چھپانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ میرے علم میں اس موضوع سے متعلق احادیث مخفی نہیں ہیں لیکن کیا واقعی حجاب نہ لینا گناہ شمار کیا جاتا ہے جب کہ عورت ساتر لباس پہنتی ہو اور ملتے جلتے میں شرم وحیا کا خیال رکھتی ہو، یہ سوال میں اس لئے بھی کر رہی ہوں کہ میں ایک ایسے شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں جو حجاب کو واجب سمجھتا ہے اور میں اس موضوع پر شرح صدر چاہتی ہوں۔

جواب: حجاب اس معنی میں کہ سر کے بالوں کو اور اپنے جسم کو غیر محرم مردوں سے چھپایا جائے۔ جمہور علماء کے نزدیک واجب، صرف فضیلت یا ایک بہتر اختیار کی حد تک محدود نہیں ہے۔ مختصر دلائل عرض ہیں:

1۔ سورۃ النور میں جہاں مومن عورتوں کے لئے غضّ بصر شرمگاہ کی حفاظت کے احکامات دیے گئے ہیں، وہاں یہ بھی ارشاد فرمایا:

﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾(النور: 31)

”اور وہ اپنے خمار اپنے سینوں پر ڈال لیں۔“

اہل لغت کے مطابق خمار اس کپڑے کو کہا جاتا ہے کہ جس سے سر کو ڈھانپا جائے۔ خود لفظ ’خمر‘ چھپانے اور ڈھانپنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

الکوحل یا شراب کے لئے بھی ’خمر‘ کا لفظ استعمال کیا گیا کہ وہ ایسا مشروب ہے جو انسان کی عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

2۔ مسند احمد کی ایک روایت ہے:

«إنه كان يمسح على الخف والخمار»

”نبی ﷺ خف اور خمار پر مسح کیا کرتے تھے۔“

خُفّ یعنی چمڑے کا وہ موزہ جو اگر وضو کے بعد پہن لیا جائے تو اگلی دفعہ جب وضو کی حاجت ہو تو بجائے پاؤں دھونے کے اس پر مسح کرنا کافی ہے اور ایسے ہی نبی کریم ﷺ خمار پر بھی مسح کیا کرتے تھے۔

صاحب النہایہ لکھتے ہیں کہ یہاں خمار سے مراد عمامہ ہے کہ جس طرح خمار سے عورت اپنے سر کو ڈھانپتی سے ویسے ہی مرد عمامہ سے اپنے سر کو ڈھانپتا ہے، عمامہ سے مراد عربوں کا وہ عمامہ ہے جس کی ایک گرہ ٹھوڑی کے نیچے سے ہوتے ہوئے گردن کی دوسری جانب سر سے جا ملتی ہے تو اُسے بار بار اتارنے میں دقت ہوتی ہے، تو خُف کی طرح اس پر بھی مسح کیا جا سکتا ہے۔ (ص68)

اور اس وضاحت کی روشنی میں آیت کا مطلب یہ ہوا کہ عورتیں جو خمار (دوپٹہ) پہنتی ہیں وہ سر کے بالوں کے چھپانے تک محدود رہے بلکہ اُسے اپنے سینوں پر بھی ڈال لیں تاکہ سینہ بھی پوری طرح ڈھک جائے۔

اور پھر صحابیات کے عمل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس آیت کیسے عمل کیا گیا۔

صفیہ بنت شیبہ روایت کرتی ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مجلس میں تھے اور وہاں قریش کی عورتوں کی فضیلت کا ذکر ہوا تو حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا: بیشک قریش کی عورتیں بڑی فضلیت رکھتی ہیں اور میں نے اللہ کی قسم، انصار کی عورتوں سے زیادہ افضل کسی کو نہیں دیکھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ﴾ تو انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ وحی پر کیسے ایمان لایا جاتا ہے اور کتاب اللہ کی کیسے تصدیق کی جاتی ہے۔ جب یہ آیت اتری تو ان کے مرد گھر جاتے ہیں۔ اپنی بیوی، بیٹی بہن اور دوسری قریبی رشتے دار عورتوں کو یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں اور جو نہی انہوں نے یہ حکم الٰہی سنا تو انہوں نے اپنا نقشین دوپٹہ اٹھایا اور اس سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیا۔(فاعتجرت) اور یوں اللہ کے حکم پر ایمان اور تصدیق لے آئیں اور جب وہ فجر کی نماز میں اللہ کے رسول کے پیچھے نماز ادا کر رہی تھیں (معتجرات) تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہیں۔(سنن ابو داؤد)

یہاں ان کی اس کیفیت لباس کو لفظ 'معتجرات' سے تعبیر کیا۔ یہ لفظ عمامہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (اعتجر بعمامتہ) اور اہل لغت نے اس کا یہ معنی لکھا ہے کہ وہ اپنے عمامے سے سر کو ڈھانپ لے اور اس کا ایک کنارہ چہرے پر لٹکتا دکھائی دے اور ٹھوڑی کے نیچے کچھ نہ ڈالے۔(النہایہ:153)

2۔ سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾(سورۃ الاحزاب: 59) "اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مؤمنین کی عورتوں کو کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر جلباب ڈال لیا کریں۔"

یہ حکم گھر سے باہر جانے کے وقت دیا گیا ہے کہ جب خواتین گھر سے باہر نکلیں تو اپنے روز مرہ لباس کے اوپر ایک اور چادر بھی ڈال لیا کریں تا کہ جسم سارا کا سارا ساتر نظر آئے۔ یہ چادر عموماً سر سے پاؤں تک ہوتی ہے۔ گویا خمار کے ساتھ ساتھ اگر جادو بھی سر پر آ جائے تو ستر میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

3۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے ان سے کہا تھا: اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے جسم میں سے سوائے چہرے اور دو ہتھیلیوں کے اور کچھ نظر نہیں آنا چاہیے۔" (سنن ابو داؤد) گو یہ روایت مرسل ہے لیکن شیخ البانی کی تحقیق کے مطابق اس روایت کا دارومدار قتادہ پر ہے، جنہوں نے دونوں طرح سے روایت کیا ہے، یعنی مرسل اور مسند، گو الفاظ کا اختلاف ہے لیکن دونوں کا معنی ایک ہی ہے۔ اس لیے اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

آخر میں عرض ہے کہ مذاہب اربعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک مسلمان عورت کو اپنے بال اور اپنے جسم کو غیر محرم لوگوں کے سامنے چھپانا چاہئے جس میں صرف چہرے اور ہتھیلیوں کا استثناء ثابت ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ واللہ اعلم (فتوی کمیٹی برطانیہ)

فضائی چھتری سے کودنے کی مشق کرنا (PARASHOOT)

سوال: میرا سوال چند پُر خطر جسمانی مشقوں کا حصول ہے۔ میں سمندر میں غوطہ خوری (SCUBA DIVING) کا لائسنس رکھتا ہوں اور اب ہوائی جہاز سے پیرا شوٹ کے ذریعے کودنے (SKYDIVING) کی مشق کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے برطانیہ میں پرائیویٹ طور پر پہلے سے پائلٹ کا لائسنس حاصل کروں گا اور اس مقصد کے لئے اس فن کے ماہرین کے تحت تمام سلامتی پر مبنی احتیاطی سازو سامان اور متعلقہ اداروں کی اجازت کے ساتھ اس عمل کو سرانجام دوں گا۔

میرا مقصد ہے کہ میں اپنی مہارت کو جلا بخشوں، زیادہ سے زیادہ تجربہ حاصل کروں، ایک محفوظ ماحول میں باقاعدگی اور نفسیاتی طاقت کو بڑھانے کا موقع پیدا کروں۔ میں ایک عرصہ سے عسکری اڑان (AIR FORCE) کا شائق رہا ہوں لیکن بطور پیشہ اسے اختیار نہ کر سکا، اس لئے چاہتا ہوں کہ مذکورہ مشاغل کے توسط سے اپنی اس خواہش کو پورا کر سکوں۔

ان مشقوں میں مجھ نہ کچھ خطرات تو در پیش ہوں گے لیکن اس ملک میں خطرات کے سدباب کے لئے تمام احتیاطی تدابیر اختیار کی جاتی ہیں اور اعداد و شمار کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے کہ حادثات کی نسبت بہت کم ہے۔ تو ان تمام عوامل اور خطرات کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کیا میں یہ مشاغل اختیار کر سکتا ہوں؟

جواب: پہلے اس ارشاد باری کو مد نظر رکھنا جائے۔

﴿وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ (سورۃ البقرۃ:195)

"اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالوں۔"

تو اس فرمان کے مطابق جان بوجھ کر ایسی مصروفیت میں اپنے آپ کو نہ ڈالو کہ جس میں جان کے ضائع ہو جانے کا غالب گمان ہو۔

شریعت اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ انسان کو اسباب قوت فراہم کرنے چاہیں اور مختلف فنون میں مہارت حاصل کرنی چاہیے، اور خاص طور پر ایسی مہارت جو جنگ و جدال میں مطلوب ہو اور فائدہ مند بھی ہو، اس لئے نبی ﷺ نے گھڑ دوڑ، تیر اندازی، نیزہ بازی جیسے فنون کو سیکھنے کی ہمت افزائی فرمائی تھی، ہر دور میں جدید سے جدید فنون پیدا ہوتے رہے ہیں جس میں پیرا شوٹ سے کودنے کا فن بھی شامل ہے، اس کے سیکھنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ صرف اسی بات کا اطمینان حاصل رہے کہ معتمد اداروں اور اس فن کے ماہرین کے تحت یہ مشقیں کی جائیں، حفظ و سلامتی کے تمام اسباب مہیا ہوں، خطرات لاحق ہونے کی نسبت کم ہو، البتہ اگر ضرر پہنچنے کا امکان غالب ہو تو پھر اپنے مشغلے سے پرہیز کیا جائے اور اپنی جان کو بے جا ہلاکت میں نہ ڈالا جائے۔ (فتوی کمیٹی برطانیہ)

☆☆☆



حاصل کلام آنکه احکام فقهیه که مجتهدین سابقین مسلم الاجتهاد آنرا بقیاسات صحیحه استنباط نموده اند بیشک از قبیل سنت ست اما از جنس سنت حکمیه که در جنب سنت حقیقیه بجوئے نمے آرند و پس افراط و غلو در آن از قبیل بدعت ست۔

مسئله ثالثه: مسائل اجماعیه امت محمدیه علی صاحبها افضل الصلوة والتسلیمات در ہر قرن که بوجود آید ہمه از قبیل مطلق سنت است چه مستندِ آن مسائل در نفس الامر یا سنت حقیقیه است یا ملحق بالسنه یا سنت حکمیه۔ و آنهم از قبیل مطلق سنت است و لیکن در ایں مقام نکته است بس باریک که ایضاح آن دریں جزو زمان پر ضرورت است و آن ادراک امتیاز است دریں مقام اجماع و رواج بیانش آنکه در بعضے احیان بعضے از محدثات از قسم علوم و ارادات یا افعال و اقوال بنا بر مصلحت وقت در اہل زمان بطریق عادت رائج میگردد و اختلاف ایشاں آنرا از اختلاف خود بطریق رسم تلقے مے نمایند و ہمچنیں بر آن مدت طویله میگذرد و بعد مرور دہور شده شده آن امر در رسوم مسلّمه خواص و عوام مندرج میگردد و بر تارک آن طعن اخوان و ملامت اقران متوجه میگردد پس جمہور انام بنا بر خوف لحوق طعن و ملامت در محافظت آن جد و جهد مے نمایند و بعد انقضائے مدت مدیده چون در تفتیش اصل آن از شرع کلام واقع میگردد غیر از رواج مذکوره ہیچ اصلی بدست نمے آید و چون منشاء آن رواج تفتیش کرده میشود غیر از استحسان بعضے از اختلاف ہیچ واضح نمے گردد و حالانکه حکم شرعی آن امر بحسب اختلاف زمان مختلف گردیده چه در زمان اختلاف بمرتبه التزام در رواج نرسیده بود و در زمان اخلاف به سبب التزام و اشهار بحد بدعت حقیقیه یا حکمیه رسید و ہمین معنی را رواج میگوئیم و در بعضے احیان امرے جدید پیش مے آید و اہل زمان در پئے تفتیش اصل آن از دلائل دینیه و تحقیق حکم آن از معالم شرعیه بنظر استقلال مے افتد و بعد از تامل و تفکر در اصول دینیه دلیلے صحیح از دلائل شرعیه که بر حکم شرعی آن امر دلالت داشته باشد بر جمیع اہل زمان واضح میگردد و بنا بر وضوح آن دلیل بر ثبوت حکمے از احکام شرعیه بر آن امر ہمه مجتهدان آن زمان اتفاق مینماید ایں اتفاق را اجماع میگوئیم۔ چون ایں مقدمه ممهد شد پس باید دانست که مجرد رواج چیزے که در ما بعد قرون ثلاثه متحقق شده باشد آن چیز را از بدعت خارج نمے گرداند بخلاف اجماع که انعقاد اجماع در ہر قرن که واقع شود مسئله اجماعیه را در دائره سنت داخل میگرداند و دلیل بر آن آن است که مستند در باب اجماع ہمیں کریمه است:

و من یّشاقق الرّسول من بعد ما تبیّن له الهدی و یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّی و نصله جهنّم و ساءت مصیراً۔

پس در کریمه مذکوره لفظ سبیل را بسوئے مؤمنین اضافت فرموده اند و لفظ مؤمنین مشتق است و قاعده مقرره است که نسبت چیزے بسوئے مشتق دلالت میکند بر سببیّت ماخذ آن، مثلاً حکم بادشاه و حکم قاضی ہموں حکم را میگویند که از جهت سلطنت و حکومت صادر شده باشد نه از جهت مشوره، و راه سلاطین و راه امراء و راه سپاہیان و راه علماء و راه مشائخ و اطباء ہموں امور را میگویند که اشخاص مذکور آن امور را از جهت سلطنت و امارت و سپه گری و علم و مشیخت و طبابت اخذ کرده باشند نه مثل اکل و شرب و جماع و خواب و بول و براز و امثال آن از حاجت بشریه که آں را راه اشخاص مذکورین نمے گویند، چنانچه آیه کریمه:

ادعوا الی اللّٰه علی بصیرةٍ انا ومن اتّبعنی

بر آن دلالت میدارد، چه مراد از سبیل پیغمبر ﷺ دریں مقام امور تبلیغیه است، چنانچه لفظ ادعوا الی اللّٰه علی بصیرة بر آن دلالت میدارد۔ و چون ایں مقدمه ممهد شد پس باید دانست که مراد از راه مؤمنین در کریمه مذکوره اموریست که مؤمنین آن را از جهت ایمان اخذ کرده باشند نه از جهت رسم و عادت، و آن مسائل اجماعیه است نه رسوم مروجه، چنانچه حدیث:

ما رأه المسلمون حسناً فهو عند اللّٰه حسن

بر آن دلالت میدارد، و چه ما رأه المسلمون فرموده اند نه ما تعامل به المسلمون۔ پس معنی حدیث چنین باشد که چیزے را که مسلمین از جهت اسلام، یعنی از جهت انقیاد پیغمبر و اتباع اوامر، نه از جهت رسم و عادت نیک دانند، پس آن چیز نزد خدا نیک است۔

و اما اینکه ہر رسم مسلمین که در قرنے از قرون متاخره رواج پذیر شده باشد در سنت مندرج گردد، پس باطل محض است، چنانچه حدیث:

انّ الدّین بدء غریباً و سیعود کما بدأ فطوبٰی للغرباء و هم الّذین یصلحون ما افسد النّاس من بعدی من سنّتی

که ترمذی از طریق عمرو بن عوف نقل کرده، برین معنی دلالت میدارد، و مفاد حدیث مذکور ہمین است که رسوم مروجۂ قرون متاخره مستلزم فساد سنت است و ابطال آن منجر باصلاح او۔
حاصل کلام آنکه مسائل اجماعیه ہر قرن از قبیل سنت است و رسوم مروجه قرون متاخره از جنس بدعت۔
مسئله رابعه: اشتغال بعلوم الهیه، علوم عربیه بقدر ضرورت که در فہم معنی ظاہر کتاب و سنت بکار آید، و باشغال صوفیه بقدر حاجت مثل تحریک لطائف سته بذکر خفی و مثل یادداشت مسمی بپاس انفاس و دوام ملاحظه بسوئے قلب که در تحصیل حقیقت احسان که مفاد ظاہر کتاب و سنت است منفعت بخشد، و مزاولة آلات حرب مثل توپ و بندوق و تپنچه بقدر کفایت که در قتال کفار بکار آید، از جنس بدعت نیست، زیرا که ہر چند امور مذکوره از قسم مخترعات و محدثات است، اما از امور دین نیست۔ اگر کسے او را از قبیل امور دین شمرده بعمل خواہد آورد، البته به نسبت او از قبیل بدعات خواہد گردید، و معنی شمردن آن از امر دین آنست که نفس وجود این امور را قطع نظر از وسیله بودن آنہا ہم از محامد دینیه قرار دہد۔
تفصیل این اجمال آنکه وسائل امور دینیه بر دو قسم ست:
قسمے آنست که خود ہم از جنس ممدوحات شرعیه باشد، مثل تحصیل صفت طہارت بوضوء و غسل، اگرچه از وسائل صلوة ست، اما خود ہم از محامد شرعیه است، بقوله تعالیٰ:
انّ اللّٰه یحبّ التّوّابین و یحبّ المتطہّرین۔
و قوله علیه السّلام:
الطّهور شطر الایمان۔
و تلاوت قرآن مجید اگرچه از وسائل تدبر است، اما خود ہم عبادت عظمیٰ ست، و اشتغال بحدیث و سیرۃ نبویه اگرچه از وسائل عمل و اتباع سنت است، اما خود ہم از مشاغل محموده ست، و اعتکاف اگرچه وسائل ادراک جماعت و اسباب تعمیر اوقات بذکر الٰہی است، اما خود ہم از جنس طاعت است، و امثال آن از امور غیر محصوره۔
و علامات این قسم آن است که حصول این قسم وسائل بر تقدیر خلو از مقاصد باطل محض بحسب نظر شارع نیست، یعنی اگرچه صاحب آن تحصیل نفس وسائل را قصد کرده و حصول مقاصد را ملحوظ نداشته باشد، منفعتے از منافع دینیه اگرچه اقل قلیل باشد حاصل کرده باشد۔ مثلاً تجدید وضوء و غسل برائے تحصیل نفس ادامت بر طہارت، اگرچه در آن وقت نیت صلوة نباشد، نیز از امور محموده شرعیه است و موجب حصول اجر اخروی۔
و قسم ثانی آنست که خود آن وسائل اصلاً از جنس عبادات نیست، اگرچه بنا بر نیت توسل بعبادت از قسم طاعات بالعرض گردیده، مثل سفر برائے حج و رفتن در بازار بنا بر نیت دخول مسجد، و کشیدن دلو از چاه بنا بر نیت وضوء، و نوشتن عرائض بسوئے حکام بنا بر سفارش ذوی الحاجات، و سائر حرف و صنائع بنا بر صرف آنہا در اعانت دین یا خدمت محتاجین۔
پس نفس سیاحت بلدان و سیر بازار و کشیدن آب چاه و تحصیل مہارت در نوشت و خواندن عرائض و سائر صنائع مثل حدادت و صباغت و خیاطت و امثال آن، اصلاً از جنس طاعات نیست، بلکه از قبیل لہو است یا از قبیل امور معاشیه که شدت جد و انہماک در آن موجب قسوۃ قلب ست و مورث غفلت روح و باعث نکرت از عالم قدس۔
پس امور مذکورة الصدر از قسم ثانی ست نه از قسم اول۔ پس ہر که آن را از قبیل اول قرار دہد، آن امور به نسبت او از قبیل بدعت حقیقیه اصلیه میگردد۔
و نیز باید دانست که وسائل بر دو قسم است:
قسمے آن است که استعانت بآن بنا بر تکمیل مقاصد ست، یعنی مقاصد مذکوره به نسبت حصول خود بآن وسائل حسنِ و کمال در نظر شارع پیدا میکند که بدون وساطت آن وسیله حسن او مفقود میگردد، و مثل غسل و تجدید لباس و تعطر برائے نماز جمعه و عیدین، و صعود بر میذنه، و اذان و قامت، و تعیین مسجد برائے جماعت، و انسلاک در جماعت، و تسویه صفوف برائے نماز، و وضوء برائے اذکار، و نظر در مصحف، و تحسین صوت برائے تلاوت، و تلاوت برائے تدبر، و اقامت امام و اطاعت او برائے جہاد، و امثال آن از امور غیر محصوره که برائے تکمیل اصول عبادات مقصود ست که فقدان آن وسائل باعث نقصان حسن مقاصد در نظر شارع میگردد۔
و قسم ثانی آنست که استعمال آن بنا بر احتیاج فاعل و عجز او از ادراک مقصد و نقصان او از مرتبه لیاقت ادراک مقصد واقع میگردد، و حصول مقصد بدون وساطت وسائل ہیچ گونه منقصے در حسن مقصد و کمال او نمیرساند، و بوجه من الوجوه باعث سقوط مرتبه فاعل آن به نسبت شخصے که آن مقصد را بواسطه وسائل حاصل کرده باشد ہرگز نمیگردد۔

و مثل کشیدن آب چاه برائے وضوء، پس شخصے که بر لب دریا نشسته وضوء بجا آورده است، ہرگز طہارت او بوجه من الوجوه انقص از طہارت شخصے که آب از چاه کشیده وضوء بجا آورده است نخواہد شد۔

و از ہمیں باب است استعمال عینک در حق ضعیف البصر، و تفحص مصحف معرب به نسبت امی، و تعلیم تہجی در حق اطفال، و استعمال آلات دور دست در حرب مثل تیر، تفنگ، منجنیق، توپ و بندوق و امثال آن به نسبت عدو بعید۔

و علامت این قسم آنست که وقتیکه مقصد بوجه من الوجوه حاصل شده، باز استعمال وسائل لغو و لاطائل شمرده میشود، یا طریقے دیگر از طرق حصول مقصد پیش آمد، باز توقف در اخذ مقصد و انتظار حصول وسائل یا تکمیل آن از سفاہت معدود میشود۔

و ذکر استعانت بوسائل در مقام تمدح بحصول مقاصد یا اثبات افضلیت بعضے بر بعض بنا بر استعانت بوسائل در سلک جماعت منسلک کرده میشود۔

و مثلاً تہجی کلمات قرآن مجید بعد از آن که مہارت در قراءت حاصل شده، خواه به تہجی خواه بغیر تہجی، لغو محض ست۔

و وقتیکه مسلمے در صف جهاد شمشیر ہندی در کمر میدارد و کافرے بوجہے قریب او شده که زیر شمشیر او را توان گرفت، پس دریں صورت توقف کردن در کشتن او یا بنا بر انتظار بدست آمدن تیر و تفنگ یا بنا بر انتظار بدست آمدن شمشیر اصفہانی سفاہت محض است۔

و ہمچنیں مثلاً زید و عمرو ہر دو تلاوت قرآن در مصحف مجید نمودند، اما عمرو به سبب ضعف بصر استعمال عینک میکند، پس ذکر استعمال عینک در مقام ذکر مدائح تلاوت قرآنی که سبحان الله عمرو بچه ادب تلاوت قرآن میکند که تجدید وضوء کرده، در مسجدے بخشوع و خضوع نشسته، و مصحفے کشاده، و عینک بر بینے نهاده و میخواند، یا بیان اینکه ہر چند زید و عمرو در مہارت تلاوت قرآن و تجوید حروف و خشوع و خضوع و تدبر و حسن صوت مساوی اند، اما عمرو در باب تلاوت افضل است زیرا که استعمال عینک مینماید یا در مصحف معرب میخواند، محض حماقت ست۔

چون این مقدمه ممهد شد، پس باید دانست که امور مذکوره یعنی علوم الهیه و اشغال صوفیه و آلات مخترعه از قسم ثانی اند که بنا بر عجز اہل زمان از ادراک مقاصد باستعمال وسائل مذکوره احتیاج افتاده، نه از قسم اول، از مکملات علم قرآنی و متممات مقامات احسانی و مستحبات جهاد باشد۔

پس ہر که آن را از قسم اول شمارد و در حین مناقب علماء، محسنین و مجاہدین آن را مذکور کند و افضلیت بعضے ایشان بر بعض دیگر بآں اثبات نماید، و در باب تحقیق احق بالامامت مثلاً علوم مذکوره را دخل دہد، این ہمه امور به نسبت او از قسم بدعت حقیقیه وصفیه خواہد گردید۔

و نیز باید دانست که مزاولت آلات حرب اہم است از سائر وسائل و الیق است بترویج و اعلان، چه آن وسائل جهاد است و بنائے جهاد بر ترویج و اعلان ست، بعد از آن علوم الهیه است۔

و اما اشغال صوفیه، پس الیق ست باخفا و کتمان که دست بکار و دل بایار، و خلوت در انجمن۔ در باب امثال این امور قولے ست ماثور۔

پس بنائے خانقاہات برائے آن و تداعی بر اجتماع آن محمود نیست و از حفظ مراتب امور دین بعید، بلکه اصول مقاصد احسانیه را در اثناء تذکیر کتاب و سنت القاء باید کرد، و اشغال طرق بطالبین آن بدون نظر استقلالی و بدون التزام وضع خاص و بدون تمیز طریقه از طرق از غیر آن و بدون دعوت بسوئے آن تعلیم باید کرد، تا در ضمن اشتغال بامور معاشیه و معادیه خود بآں مزاولت نمایند۔

پس کسے که محافظت مراتب مذکور ننماید، امور مذکوره به نسبت او در قسم از اقسام بدعت وصفیه مندرج خواہد گردید۔

و نیز باید دانست که اعتقاد اینکه فلاں چیز از اصول مقاصد یا از متممات آن یا از وسائل ضروریه آنست، ہر چند امر مبطن است و مدار بودن شئے از قسم بدعت تا سنت بر ہماں است، اما بعضے معاملات ظاہره ہم۔۔۔ اعتقاد دریں باب ے باشد۔

مثلاً تعداد علوم الهیه در سلک علوم شرعیه و تمدح بآں و ابتہاج صاحب آن بانسلاک در سلک علماء ممدوحین در کتاب و سنت، یا بشارت دادن دیگرے او را بایں انسلاک، و توقیر بآں در مقام توقیر علماء، و تحقیر فاقد آن، اگرچه اطلاع بر احکام دین بطریق مجرد استماع از علماء یا بطریق خواندن ترجمه قرآن و حدیث داشته باشد۔

مثلاً شخصے زید در علوم الهیه مہارت تامه میدارد و چنداں بر احکام دین اطلاع نمیدارد، و عمرو بر احکام دین بطریق مذکوره اطلاع میدارد و از علوم الهیه آشنائی نمیدارد۔

پس زید را از قسم علماء شمردن و عمرو را از قسم جہال در باب توقیر و اجلال، یا در باب اعتبار کلام در مقدمه افتاء و امر بالمعروف، یا در مقدمه تقدیم در باب امامت صلوٰة، یا بایں که اگر زید در مناظره در احکام دین زبان درازی کند از قسم تادیب شمرده شود، اگر بالعکس شود از سوء آداب معدود کرده شود، پس امثال این معاملات امور مذکوره را از جنس بدعات حکمیه میگردانند، و بهمیں قیاس باید بلکه از ید از آن بمرتبه کثیره در باب اشغال صوفیه۔

☆☆☆

